کوئی صاحب بغیر اجازت مصنف قصد طبع نہ فرماویں



مبارک میں تجھ کو دیتا ہوں صد ہزار اے قوم ❖ ترے چمن میں پھر آئی ہے نو بہار اے قوم
بہار دیکھی بہت لالہ زار کی تو نے ❖ ذرا تو مجھ سے بھی سن اپنا حالِ زار اے قوم

رسالہ عُجالہ نافعہ

تارپیڈو

یا

ہندوؤں سے چھوت چھات کی تحریک

اس رسالہ میں اُس چھوت چھات کے جو ہندو مسلمانوں سے کرتے ہیں تمام نقصان دکھا کر مُسلمانوں کو جسطرح کی ہندوؤں سے چھوت چھات کرنیکی تحریک کیگئی ہے اور پُرزور دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ چھوت چھات سے مسلمانوں کا بیحد مالی نقصان ہوا ہے۔ اور تمام تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔ جس سے مسلمان بالکل مفلس اور برادران وطن کے دست نگر ہو گئے ہیں۔ اور وہ تجویزیں بتائی گئی ہیں۔ جن پر عمل کر کے مسلمان تجارت کر کے اپنی حالت سنوار سکتے ہیں۔

مؤلفہ
خادم اسلام خاکسار قاسم علی عارف ایڈیٹر فاروق قادیان دارالامان۔

ماہ دسمبر ۱۹۲۳ء

بار اول ایک ہزار — قیمت ۷ علاوہ محصول ڈاک

وجہ تسمیہ تارپیڈو



تارپیڈو اُس آلہ حرب کا نام ہے۔ جو اس زمانہ میں ترقی یافتہ قوموں نے میدان جنگ میں مخالفین کے مقابلہ کے لئے ایجاد کیا ہے۔ جو سمندر میں پانی کی سطح سے اوپر نہیں آتا اور اندر ہی اندر پانی کے نیچے سے ایکدم دشمن کے جہازات اور افواج کو اوڑاکر تباہ کر دیتا ہے۔ چونکہ چھوت چھات کا جہاز جو ہندو قوم نے خفیہ طور پر مسلمانوں کو تباہ کرنیکے واسطے طیار کیا تھا۔ وہ کھلم کھلا مسلمانوں کو اسقدر ذلیل و تباہ کرنے والا ثابت ہوا ہے۔ کہ جس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ اسلئے انکے مقابلہ میں تارپیڈو جیسے حربہ کی ضرورت تھی۔ جو خدا کے فضل سے اگر مسلمانوں نے اس کو مدمقابل پہ چلایا تو ضرور اونکا پرانا کرم خوردہ چھوت چھات کا جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا۔ بنا بریں اس رسالہ کا نام

تارپیڈو رکھا گیا ہے :-

خاکسار مؤلف

۲۵ نومبر ۱۹۲۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تارپیڈو

چھوت چھات مذہبی مسئلہ نہیں

یہ وہ منحوس رسم ہے۔ جس کا تختۂ مشق ۸ سو سال سے مسلمانان ہند ہو کر آج تک خاموش اس ذِلت کو گوارا کرتے رہے۔ محض اس غلط فہمی سے کہ برادران وطن کا یہ کوئی مذہبی طریق ہے۔ اس لئے قابل درگذر اور ناقابل التفات ہے۔ لیکن آج انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ دراصل یہ کوئی ہندوؤں کا دھارمک طریق (مذہبی مسئلہ) نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو ذلیل کرنے اور اُن سے روپیہ حاصل کرنے کا آلہ ہے۔ جس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔

چھوت چھات اور دیانند

چنانچہ آریوں کا مہرشی دیانند تسلیم کرتا ہے۔ کہ چھوت چھات بیہودہ بات ہے۔ دیکھو جیون چرتر کلاں مرتبہ لیکھرام" جس میں لکھا ہے۔ کہ

"سوامی جی ہندوستان کے نو تعلیم یافتہ لوگوں سے اس بات میں متفق ہیں۔ کہ ذات کچھ چیز نہیں ہے۔ آپس میں کھانے پینے کا پرہیز جاہلانہ

دنوں اس ملک میں جاری ہے۔ اور ایک مدت سے چلا آیا ہے۔ وہ (سوامی جی) کے نزدیک جھوٹا ہے۔ ویدوں میں اس دستور کی کچھ اصل نہیں۔" (دیانند چرتر کلاں صد ۳۰۱)

پھر علیگڈھ میں سوامی صاحب سے کنور جوالا پرشاد پاٹھک نے سوال کیا کہ "غیر قوم و مذہب والوں کے ہاتھ کا پکایا ہوا یا چھوا ہوا کھانے سے ویدوکت دہرم والوں کو نقصان ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور اس میں کچھ بُرائی یا بھلائی ہے یا نہیں۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ نہ کچھ بُرائی ہے نہ بھلائی۔" (صد ۳۸۵ جیون چرتر کلاں)

اس دیانندی بیان سے یہ تو صاف معلوم ہو گیا۔ کہ چھوت چھات کا حکم ویدوں میں نہیں۔ اور نہ یہ کوئی مذہبی مسئلہ ہے۔ مگر یہ روشن خیالی آرین سوامی کی صرف تعلیم یافتہ ہندو ینگ مین پارٹی کے دباؤ سے ہے۔ ورنہ جہاں عام ہندوؤں سے مکالمہ ہوتا ہے۔ وہاں وہی آبائی رواج سے دیانندی سینہ پر کینہ تنگ نظر آتا ہے۔ جیسا کہ "فرخ آباد کے پنڈتوں کے سوالات اور سوامی جی کے جوابات" سے ظاہر ہے۔ فرخ آبادی پنڈتوں کا سترہواں (۱۷) سوال یہ تھا۔ کہ

"اگر محمدی یا عیسائی مت انویائی (یعنے مسلمان یا عیسائی) کوئی آپ کے انوسار ہے۔ اور آپ کے مت میں دڑہ وشواشی ہو تو اس کا پاک کیا ہوا (پکایا) بھوجن آپ اور آپ کے مت انویائی (ہم مذہب) کر سکتے (یعنے کھا سکتے) ہیں یا نہیں۔" (جیون چرتر صد ۴۸۷)

اس کا جواب اپنی قدیمی مذہبی بدخیالی سے سوامی یہ دیتا ہے۔ کہ

"کیا تم نے اندھیر میں گر کر کھانا پینا۔ مل موتر (پیشاب پاخانہ) کرنا جوتی دھوتی انگرکھا دھارن کرنا (پہننا) سونا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا دہرم مان رکھا ہوگا۔ ہائے افسوس ہے۔ ان کومتی (نادان بیوقوف) پرشوں پر جن کے باہر اور بھیتر کی درشٹی (عقل) پر پردہ پڑا ہوا ہے

جو کہ جوتا پہننا نہ پہننا دہرم مانتے ہیں۔ سنو اور آنکھ کھول کر دیکھو کہ یہ سب اپنے اپنے دیش بیوہار ہیں" (ایضاً صفحہ ۱۸۷)

ناظرین فرخ آباد کے پنڈتوں کے سوال کا جواب جو مہرشی صاحب نے بکمال افسوس دیا ہے۔ وہ سوامی کی قابلیت اور سخن شناسی کی پوری پردہ دری کر رہا ہے اور سوامی جی سے زیادہ ہم کو افسوس دلا رہا ہے۔ کہ اصل سوال کو جوتی دہوتی میں ڈال کر بالکل غیر متعلق تقریر کر دی۔ بھلا پنڈتوں نے یہ کب پوچھا تھا۔ کہ جوتہ دہوتی۔ انگرکھا پہننا یا ٹکنا۔ موتنا۔ سونا۔ جاگنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ دہرم ہے یا بیدہرمی۔ جو سوامی جی کو اس کی تردید میں اظہار افسوس کر کے کہنا پڑا۔ کہ بیوقوف لوگ اس کو دہرم سمجھتے ہیں۔ پنڈتوں کے سوال کا صاف صاف اور کھلا مطلب یہ تھا۔ کہ آپ اور آپ کے چیلے کسی محمدی یا عیسائی کا پکایا ہوا کھانا اور چھوا ہوا دانہ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ کوئی بتائے کہ اس اصلاح دیش کے ٹھیکہ دار سادہو نے سوائے اظہار افسوس کے اس کا کیا جواب دیا اور یہ افسوس بھی صرف برائے بیت تھا۔ کہ جس کے ذریعہ گریز کی راہ نکالی۔ لیکن گریز سے کب تک کام چلے گا جواب دینا ہی ہوگا:

چنانچہ داناپور علاقہ بہار میں سوامی جی پہونچے۔ تو وہاں ایک سوداگر جولس نام نے کہا۔ کہ آپ چھوت چھات کیوں مانتے ہیں۔ ہمارے ساتھ کھانے میں کیا عذر ہے۔ یہاں سنیاسی جی سے کوئی حیلہ تو نہ بن آیا۔ مگر ایک عذر نامعقول کی آڑ لے کر جواب دیتے ہیں۔ کہ:۔

"کسی کے ساتھ کھانے یا نہ کھانے میں ہم دہرم ادہرم نہیں مانتے یہ سب باتیں دیش یا جاتی (قوم) کے رواج سے تعلق رکھتی ہیں۔ اصل دہرم سے نہیں۔ جو سمجھدار ہیں وے بلا ضرورت اپنے دیش یا رواج کے خلاف کام نہیں کرتے" (جیون چرتر کلاں صفحہ ۵۰۱)

دیکھو! یہاں دیانند جی مہاراج نے چھوت چھات کی پابندی کا صاف اقرار کیا

البتہ اس کے داخل دہرم (مذہب) ہونے سے انکار کیا۔ اور وجہ یہ تبلائی۔ کہ چونکہ یہ دیش (ملک) کا رواج ہے۔ لہذا بلا ضرورت دیش کے رواج کے خلاف عمل کرنا سمجھدار آدمی کو مناسب نہیں۔ غرضیکہ آریوں کا ہر شی ہندو تعلیم یافتہ پارٹی اور قدیمی ہندو ہر دو فریق کو خوش رکھتا ہوا ایک طرف چھوت چھات کو دہرم سے خلاف اور دوسری طرف دیش کا رواج بتا کر اس نامعقول رسم کو مٹانا نہیں چاہتا۔ یہ کیوں؟ محض مسلمانوں کے ساتھ دلی تعصب اور کینہ کی وجہ سے۔

مسلمانوں سے چھوت چھات

ہندو قوم کے ادنےٰ سے لے کر اعلےٰ تک مردوں سے لے کر عورتوں تک بچوں سے لے کر جوانوں تک ناخواندوں سے لے کر پڑھے لکھے ہوؤں تک مسلمانوں کو کتوں۔ چوہڑوں۔ چماروں۔ سؤروں سے بدتر خیال کرتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ ایک معزز اعلیٰ سے اعلےٰ خاندان کے مسلمان کے چھوئے ہوئے پانی اور کھانے کو ناپاک سمجھ کر ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ کھانا تو رہا درکنار۔ اس کے خلاف کس قدر شرم اور غیرت کا مقام ہے۔ کہ ہندو خواہ کتنا ہی غلیظ ہو۔ اور جس کے کپڑے گندگی سے ایسے میلے اور خراب ہو گئے ہوں۔ کہ ان کی طرف دیکھنے سے ہی قے آنے لگے۔ اور جن کی بدبو سے دماغ متعفن ہو جائے۔ اور جس کے بدن پر غلاظت اور میل کچیل کی اس قدر تہ چڑھ گئی ہو۔ کہ ذرا سا پانی پڑنے پر وہ خمیر کی طرح جسم پر پھول جائے۔ اس کے ہاتھ سے وہ مسلمان جس کو طہارت اور پاکیزگی کی تعلیم دی گئی ہے۔ جو پنجوقتہ طہارت اور وضو سے اپنے جسم اور پارچات کو مذہباً پاک رکھنے کا مکلف ہے۔ جس کے کپڑے پر اگر ایک قطرہ بھی کسی پلیدی کا پڑ جائے تو وہ جب تک کہ اس کو پانی سے پاک نہ کرلے۔ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ ہر ایک خوردنی

چیز لے کر کھائے = اور ذرا بھی اپنے مذہب کی لطافت اپنی شرافت اور
پاکیزگی کی حرمت کا خیال دل پر نہ لائے ؟ کتنی قابل شرم بات ہے ۔

حلوائی کی دکان

ایک معزز مسلمان جو ایک مشک پانی سے غسل کرتا
ہے ۔ پیئر سوپ سے بدن کو رگڑتا ہے ۔ نہایت صاف
استری شدہ لباس پہنتا ہے ۔ اس پر لیونڈر اور عطر ملتا ہے ۔ ہاتھ پر اگر ذرا
سی قلم یا ہولڈر کی سیاہی لگ جائے ۔ تو صابن سے دھوکر تولیہ سے پونچھتا
ہے ۔ جس کے پاس سے گذر جانے پر دماغ معطر ہو جاتا ہے ۔ وہ ایک ایسے ہندو
حلوائی کی دوکان پر پہونچتا ہے ۔ کہ جس کے پارچات انجن کے فائرمین کیطرح
کالے ہو کر چکنائی کے ہاتھ رگڑتے اور دھوتی کو بار بار ملنے سے آئل کلاتھ بنے
ہوئے ہیں چار آنہ دیکر حلوا پوری لینی چاہتا ہے ۔ تو وہ غلیظ الجسم حلوائی اس
کو پہلی بات ہی یہ کہتا ہے ۔ کہ "میاں جی ذرا پراں رہ تھال بھٹے جاندے نیں"
(جناب ذرا دور کھڑے رہیئے ۔ کیونکہ مٹھائی کے تھال آپ کے ہاتھ کا سایہ
پہونچنے سے ناپاک ہوتے ہیں) وہ بیچارہ اپنا سا منہ لے کر چوہڑے کیطرح
پیچھے ہٹ جاتا ہے ۔ آگے پوری بنانے والا حلوائی کا نوکر جو پوریاں کڑاہی سے نکال
رہا ہے ۔ اس کو دیکھو تو اس کے ہاتھ میں میدہ کا ایک پیڑا ہے ۔ جسکی کچوری
بنا کر کڑاہی میں ڈال رہا ہے ۔ کہ اتنے میں اس کو پیشاب کی حاجت ہوئی جھٹ
بھٹی کے آگے سے اٹھ دکان سے نیچے اتر بازار کی نالی میں شر شر موتنے لگا
اوپر سے گدی نشین حلوائی نے آواز دی ۔ "اوئے کتھے گیاں ایں چھیتی آ ۔ پوریاں
کڈھ" (تو کہاں گیا جلدی آکر کچوریاں نکال کر دے) اس آواز نے اس کے
پیشاب کو نیمے دروں نیمے بروں رکھا ۔ اور دھوتی میں بوندیں ٹپکاتا ہوا فوراً بھٹی
پر آبیٹھا ۔ اور اسی گندے ناپاک پلید ہاتھوں سے لگا تھپ تھپ کر کے
کچوریاں بنانے ۔ میاں جی مسلمان ابھی تازہ کچوریوں کے امیدوار ایک طرف کھڑے
ہیں ۔ اور دیکھتے کیا ہیں ۔ کہ لالہ جی کے دوسرے ملازم نے ایک کڑاہی میں قند کا

شیرہ ڈال کر اس میں جلیبیاں چھوڑ دی ہیں۔ اور کڑاہی دُکان کے آگے نیچے رکھکر دوسرے کام میں مصروف ہو گیا۔ کہ سگ دیوتا اپنی دکھشنا لینے کے لئے آئے۔ اور بے تکلف کڑاہی میں سے چپڑ چپڑ شیرہ نوش جان فرمانے لگے میاںجی نے بڑے مہاتما حلوائی سے کہا۔ کہ لالہ جی کتا جلیبیاں کھا رہا ہے۔ وہ اوپر سے بولے "دُر۔ دُر۔ کتیا"۔ اور ملازم سے کہا۔ کہ کڑاہی اُٹھا کر ادھر لے آ۔ اس سگ نوشیدہ کڑاہی کو وہ اُٹھا کر اوپر لے گیا۔ اور ایک سڑے ہوئے پرانے دیا رچہ گاہڑہ سے اُس کو ڈھک دیا۔ کہ مکھیاں نہ پڑیں۔ تھوڑی دیر میں مسلمان گوجر دودھ لیکر آیا۔ لالہ جی نے حکم دیا۔ کہ نیچے ایک کڑاہی جس میں ٹانگ اُٹھا کر کتا پیشاب کر گیا ہے۔ دیوار سے لگی ہوئی رکھی ہے۔ اس میں چھان کر دودہ ڈال دے گوجر کڑاہی میں دودھ ڈال کر چلدیا۔ کہ شیر خوار کتے نے قدم رنجہ فرمایا۔ اور اس میں سے سیر آدھ سیر دودھ غٹ غٹ ڈکار رفو چکر ہوا۔ لالہ جی نے دودھ کو ایک سیر کم پاکر ایک گڈوا پانی کا اس میں ڈال کر اپنی اوسط پوری کر لی۔ اور کڑاہی کو اٹھوا بھٹی پر گرم ہونے کے لئے رکھدیا۔ اس سارے قصہ کے بعد میاںجی کو گرما گرم کچوری اور حلوا دیا گیا۔ جس کو وہ نہایت شوق سے لے کر چلدیئے۔ آہ! کس قدر ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ کہ میاںجی کو یہ سب کچھ آنکھوں دیکھکر بھی کوئی غیرت کوئی شرم کوئی پرواہ نہیں۔ اور بے دہڑک دودھ مٹھائی۔ حلوا۔ پوری۔ لڈو۔ جلیبی وغیرہ کتوں کا پس خوردہ لئے چلے جاتے ہیں ؛

ناظرین یہ واقعات ہیں۔ رات دن ہر ایک نے دیکھے ہیں۔ ان سے انکار سوائے کور چشم کے کوئی نہیں کر سکتا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کے کان پر کیڑی تک نہیں رینگتی اور اپنی ذلت پر فرحاں ہیں۔ کیا اسلامی غیرت کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے۔ کہ جو قوم مسلمانوں کی اس طرح توہین اور ہتک کرے۔ پھر اس طریق عمل سے جو چھوت چھات کا ہے۔ ان کی ذلت پر خود ان کو ہی گواہ قرار دے۔ اور خود پاکی اور طہارت ـ گؤ موتر اور گوبر (گائے کے پیشاب اور گوبر) سے کرنے والی ہو۔ وہ اپنے ہاتھ

کا چھوا ہُوا نہیں نہیں۔ بلکہ اپنی میل کچیل اور ناپاکی کا مرکب حلوا پوری یہی نہیں بلکہ کتوّں کا جوٹھا دودھ جلیبی مسلمانوں کو کھلائے۔ اور مسلمان اس کو اپنی اور اسلام کی شان کے خلاف نہ سمجھیں! مسلمانو! سوچو! اور خوب غور کرو!! کہ کیا یہی غیرت اسلامی ہے؟ کیا یہی تمہاری خودداری اور وفاداری ہے۔ خدا کرے۔ کہ تم ہوش میں آؤ۔ اور اس ذلت سے اسلام کو اور اسلام کے نام لینے والوں کو بچاؤ ؎

پانی کا پیاؤ کون شخص اس سے بے خبر ہے۔ کہ جہاں جہاں ہندوؤں کی طرف سے لوگوں کو پانی پلانے کے واسطے پیاؤ جاری ہیں ان پر کوئی کہار یا برہمن وغیرہ پانچ سات روپیہ ماہوار تنخواہ پر بٹھایا جاتا ہے۔ اس کی حیثیت ایسی ہوتی ہے۔ کہ کوئی اس کے ہاتھ سے بیر بھی لے کر نہ کھائے وہ کس طرح پانی پلاتا ہے۔ اس طرح کہ جب کوئی معمولی سے معمولی حیثیت کا غلیظ سے غلیظ ہندو آئے۔ تو اس کو گڈوی یا گلاس سے پانی پلاتا ہے۔ مگر مسلمان۔ چوہڑہ۔ سانسی۔ چمار جب پانی پینے آئے۔ تو ان سب کو ایک گھاٹ سے جو الگ بنائی جاتی ہے۔ یا بانس کی پوری اور ٹین کی نلکی میں ڈال کر پانی پلایا جاتا ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ ہندوؤں کے نزدیک ہر ایک پوزیشن کا مسلمان ایک چوہڑے اور چمار اور سانسی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے اگر مسلمانوں کی تذلیل مدِ نظر نہیں۔ تو اور کیا ہے! یہی حال ریلوے اسٹیشنوں پر ہندو پانی پلانے والوں کا ہے۔ کہ وہ ہندوؤں کو تو گڑوی یا گلاس سے پانی پلا دیتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کو چوہڑوں کی طرح پتے سے اور اگر پتہ نہ ملے۔ تو پانی پلانے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور اگر مجبوراً پلانا ہی پڑے۔ تو اسی وقت اس گڈوی یا گلاس کو جس سے پانی بالٹی میں سے نکال کر اوک (ٹک) کے ذریعے پلاتے ہیں مٹی مل کر پاک کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بھی کسی اور ذلت اور بیگانگی کا مسلمانوں کو اپنے برادرانِ وطن سے انتظار ہے؟ پھر دیکھو

ایک ہندو کے پاس اگر کوئی شریف سے شریف معزز مسلمان بیٹھا ہو۔ اور اس ہندو نے ایک پیسہ کی پکوڑیاں یا دھیلے کے چنے کھانے ہوں یا پانی پینا ہو تو یا تو اس مسلمان صاحب کو حکم دینگے۔ کہ آپ ذرا اُٹھ کر نیچے یا باہر دوکان سے ہوجائیں ہم نے پکوڑیاں کھانی اور پانی پینا ہے۔ اور اگر وہ مسلمان زیادہ وجیہ اور معزز ہو یا لالہ صاحب نے اس کی حجامت بنانی ہے۔ یعنی کچھ لین دین کرنا ہے۔ تو لاچار خود اس کے پاس سے اُٹھ کر دوسری جگہ جاکر کھا پی لیں گے۔ اب بتاؤ۔ کہ کیا یہ طرز عمل مسلمانوں کو حقیر اور ناپاک سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہے! سوچو اور سمجھو!

مسلمانوں سنو! اور اپنی بے غیرتی پر سر دُھنو!

چھوت چھات سے ارتداد

ہندوؤں کا یہ منشاء ہے۔ کہ وہ اپنے اس طریق عمل سے پاک اور صاف اور معزز ثابت ہوں۔ اور مسلمان ناپاک اور ذلیل اور ادنےٰ جیسا کہ غریب چوہڑے اور چمار جو ہندوؤں کے ظلم کے ستائے ہوئے اپنے آپ کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ آج تک برادران وطن کے اس رواج چھوت چھات کا اثر مسلمانوں کے مال اور ان کی عزت کو کھونے والا تھا۔ مگر اب ان کے اس مذہب کو نقصان پہونچانے والا ثابت ہو رہا ہے جس کو مسلمان اپنے ماں باپ اہل وعیال مال وجان سے افضل سمجھتے ہیں اور ہر ایک چیز کو مذہب پر قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ چنانچہ جو راجپوت ملکانے کسی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ ان سے ہندوؤں نے چھوت چھات شروع کی۔ اور عملاً ان کو ذلیل سمجھا۔ اُدہر ملکانوں نے بھی یہ دیکھا۔ کہ نہ صرف ہم ہی ذلیل ہیں۔ بلکہ ہندوؤں کی نظر میں تو بڑے بڑے معزز اور دولتمند نواب اور رئیس بھی ذلیل ہیں۔ یہاں تک کہ امیر کابل اور نظام دکن یا شریف مکہ اور سلطان روم بھی اپنے ہاتھ سے پانی کا گلاس بھر کر ایک ادنیٰ ہندو کو پینے کیواسطے دے۔ تو وہ ہرگز نہیں پئے گا۔ تو ملکانوں کے دل میں یہ امر راسخ ہو گیا۔

کہ ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمان واقعی ذلیل ہیں۔ تبھی تو ہندو مسلمانوں سے چھوت کرتے ہیں۔ اور مسلمان معزز نہیں۔ کیونکہ اوّل تو مسلمان ہندوؤں سے چھوت نہیں کرتے۔ ان کے ہاتھ کی پکی ہوئی ہر چیز کھا لیتے اور ان کا پانی پی لیتے ہیں۔ اور چوہڑوں کی طرح وہ دور سے مسلمانوں کو تمام خوردنی اشیاء دیتے ہیں۔ جن کو وہ بخوشی قبول کر کے لے لیتے ہیں۔ اور اس بات پر راضی ہو جاتے ہیں۔ کہ کُتّے کی طرح ان کے ٹکڑے شوق سے کھائیں۔ دوسری دلیل وہ مسلمانوں کے ذلیل اور ہندوؤں کے معزز ہونے کی یہ دیتے ہیں۔ کہ دیکھو! مسلمان ایک چوہڑے اور چمار اور سانسی کے ہاتھ کا پکا ہُوا اور چھوا ہُوا کھانا پانی نہیں کھاتے پیتے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمان ان قوموں کو اپنے سے حقیر اور ذلیل خیال کرتے ہیں۔ اسی لئے تو ان کے ہاتھ کا کھاتے پیتے نہیں۔ اگرچہ مسلمانوں نے غلطی سے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ایک چوہڑے کو ذلیل اور ادنیٰ خیال کر لیا۔ اور ایک ہندو کو جو مسلمانوں کو چوہڑے سے بھی زیادہ ناپاک جانتا ہے۔ معزز جان کر اس کے ہاتھ کا کھانا پسند کیا۔ حالانکہ مذہبی حیثیت اور انسانی اعتبار سے مسلمانوں کے نزدیک ایک چوہڑا اور ایک ہندو یکساں ہیں۔ مگر چوہڑے کے ہاتھ کا نہ کھانا اور ہندو کے ہاتھ سے کھانا عقلی طور پر ملکانہ راجپوتوں کو اس طرف لے جا سکتا ہے۔ کہ مسلمان بمقابلہ ہندوؤں کے وہی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو چوہڑے بمقابلہ مسلمانوں کے رکھتے ہیں۔ جس طرح ہندو مسلمان کے ہاتھ کا نہیں کھاتے۔ اسی طرح مسلمان چوہڑے کے ہاتھ کا نہیں کھاتے۔ اور جس طرح چوہڑے مسلمانوں کے ہاتھ کا کھا لیتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ کا کھا لیتے ہیں۔ پس ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں معزز ہیں۔ اور مسلمان چوہڑوں کے مقابلہ میں اعلےٰ ہیں۔ بنا بریں اس بد رسم چھوت چھات نے ملکانوں کو اس امر پر مجبور کر دیا کہ وہ مسلمانوں میں نہ رہیں۔ بلکہ خیال کر لیا کہ دنیا میں صرف ہندو ہی ایک معزز

قوم ہے۔ جو کسی غیر ہندو عیسائی یا مسلمان کے ہاتھ کا نہیں کھاتی۔ ایسی معزز قوم میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ دیکھو چھوت چھات نے ہم کو ذلیل بھی کیا۔ مالی طور پر بھی ہم گر گئے۔ اب ہمارے گھروں پر ہاتھ صاف کرنے لگے۔ کیا اب بھی مسلمانوں تمہاری رگ حمیت و غیرت جوش میں نہیں آئیگی۔ اب تو اس چھوت چھات نے تمہارے مسلمان بھائیوں کو ارتداد کے دروازے پر لا کھڑا کیا ہے۔ للہ غور کرو؛

مسلمانوں کی ذلت پر آریہ گواہی

میں نے اوپر یہ بتایا ہے۔ کہ چھوت چھات نے مسلمانوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور یہ رسم بد محض سیاسی بناء پر ہندوؤں نے اپنے آپ کو افضل اور معزز ثابت کرنے کے واسطے جاری کی ہے۔ ورنہ وہ پاکیزگی اور صفائی میں کسی طرح بھی مسلمانوں سے افضل نہیں ہو سکتے۔ جو قوم ایک گلاس پانی سے ہگ کر چوتڑ دھو لیتی ہے جو دو گڈوی پانی سے اشنان کر لیتی ہے۔ جس کو حلت و حرمت پاکی و ناپاکی کی ایک ذرا بھی تمیز نہیں ہے۔ وہ کس طرح اُس قوم سے پاکیزگی اور طہارت و صفائی میں افضل ہو سکتی ہے۔ جو قوم کہ مذہباً ایک قطرہ پیشاب کے لگ جانے سے نماز کے قریب نہیں جا سکتی۔ جب تک کہ اس پارچہ کو پاک نہ کرے جو پانچ وقت وضو جیسی مُطہر رسم کی پابند ہے۔ غرضیکہ چھوت چھات سے یقیناً مسلمانوں کو ذلیل اور حقیر سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ اس کی تازہ شہادت آریہ اخبار کیسری کے ایڈیٹر مہاشہ کپور کی زبان سے سن لیجئے۔ ایڈیٹر مذکور روزانہ اخبار کیسری مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۲۳ء کے صفحہ ۲ کالم اوّل پر زیر سرخی "بے زبان گائے کی گردن پر مسلمانوں کی چھری"۔ (مگر عیسائیوں کی چھری کا نام نہیں لیتا) لکھتا ہے۔ کہ

"ہندوؤں نے چھوت چھات کا ایک ایسا سوشیل مسئلہ نکالا۔ کہ مسلمانوں کو پولٹیکل طور پر زبردست ہوتے ہوئے بھی ہندوؤں کی بزرگی

کا سکہ ماننا پڑا۔ اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو سوشیل اور مذہبی طور پر اپنے سے کمتر ثابت کر کے اپنی دہارمک (مذہبی) بزرگی قایم رکھی *

اے اسلام کے مدعیو! ذرا اس دہوتی ہند لالہ کے زہر خیز فقروں کو ملاحظہ کر کے بتاؤ۔ کہ کیا واقعی تم کو حقیر اور ذلیل اور ادنےٰ ثابت کرنے کے لئے ہی یہ چھوت چھات کا طریق ایجاد نہیں کیا! ایک ہندو آریہ اقرار کر رہا ہے۔ کہ یہ چھوت چھات کا مسئلہ مسلمانوں سے اعلےٰ ہونے کی غرض سے اور مسلمانوں کو اپنے سے حقیر اور کمتر ثابت کرنے کے لئے ہندوؤں نے نکالا تھا *

کیسری اخبار کے آریہ ایڈیٹر نے جو دعوےٰ کیا ہے۔ کہ چھوت چھات مسلمانوں پر ہندوؤں کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے ہے۔ اس کو ہم مانتے ہیں۔ اسی لئے جب کہ ہم اس کو سمجھ چکے ہیں۔ کہ چھوت چھات سے سوائے مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل اور نقصان رسانی کے اور کوئی غرض نہیں۔ تو ہم نے اپنے بھائیوں۔ اسلام کے نام لیواؤں کو اس سے بزور آگاہ کرنا چاہا ہے اور امید کرتے ہیں۔ کہ خدا کے فضل سے مسلمان اوّل تو تمہارے بغیر بتائے ہی سمجھ چکے تھے۔ کہ یہ چھوت ہماری ذلت کا موجب ہے۔ مگر اب جب کہ تم نے خود ہی اقرار کر لیا ہے کہ واقعی مسلمانوں کو کمتر اور اپنے آپ کو بزرگ و افضل ثابت کرنے کے لئے ہندوؤں نے یہ چھوت چھات کا پاکھنڈ نکالا تھا۔ تو ہر غیرت والا مسلمان کبھی گوارا نہیں کرے گا۔ کہ اسلام اور مسلمانوں کا ذلت کی طرف ہی رُخ رہنے دے۔ وہ تمہاری چھوت چھات کو تمہارے منہ پر دے مارے گا۔ تھوڑے دنوں صبر کرو۔ اور دیکھو *

نفرت کی حد ہو گئی

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

لاہور کا آریہ اخبار پرکاش جس کا اڈیٹر آریوں کی مرکزی کمیٹی پرتنیدھی سبھا

کا سیکرٹری اور نوجوان بی۔ اے ہے۔ برخلاف کیسری کے ایڈیٹر کے چھوت چھات کو ہندوؤں کی خرابی بناتا ہوا ۳ر جون ۱۹۲۳ء کے پرکاش میں لکھتا ہے۔ کہ

"کیا ہندو جو خرابیاں ترک کرتے جائینگے۔ المضل ان کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا جائے گا۔ اگر ایسا ہے۔ تو ایسے دوستوں کی موجودگی میں مسلمانوں کو دشمنوں کی کیا ضرورت ہے"

مسٹر کرشن ایڈیٹر پرکاش کے خیال خام میں چھوت چھات کو ہندو برائی سمجھ کر ترک کر رہے ہیں۔ اور مہاشہ کرشن کی اس مزعومہ خرابی اور برائی کو مسلمان اختیار کرنے لگے ہیں۔ اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے چھوت چھات کرنے کا مشورہ دینے والے دوست نما دشمن ہیں۔ جو ہندوؤں کی متروکہ خرابی کے مسلمانوں کو اختیار کرنے کا سبق پڑھاتے ہیں۔ مگر ایڈیٹر پرکاش کو اپنے گورو مہاراج سوامی دیانند صاحب کی تعلیم متعلق چھوت چھات کا پتہ نہیں۔ جو ایسا لکھدیا۔ اور پتہ کیونکر ہو۔ آپ نے کبھی دیانندی لٹریچر کو پڑھا ہی نہیں۔ جیسا کہ اُس کے سیکنڈ سوامی درشنانند معروف کرپارام نے اپنے ٹریکٹ میں جس کا نام "ایڈیٹر پرکاش اور دھرمپال" ہے ایڈیٹر پرکاش کی شان میں ارقام فرمایا ہے۔ کہ پرکاش کا

"ایڈیٹر آریہ سدہانتوں سے محض ناواقف ایک معمولی انگریزی کا بی۔ اے ہے۔ وہ آریہ سدہانتوں (عقائد و اصول) کو جب جانتا ہی نہیں۔ تب اس نے آریہ سدہانتوں کے متعلق بحث کیا کرنی ہے ص۲ ویدک دھرمی آریہ سماجیں آپ کو سو ۱۰۰ روپیہ ماہوار پانے والا پرتی ندھی سبھا کا پنڈا یا پجاری ہی تسلیم کرتی ہیں" ص۴

(منقول از ٹریکٹ مذکور مطبوعہ راجیشوری پریس راولپنڈی)

ایک دوسرے ٹریکٹ میں جس کا نام "پرکاش اور اندر کا فیصلہ ہے"۔ یہی

سوامی درشنانند صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

"ایڈیٹر پرکاش جس کے جھوٹ مسلمہ ہیں۔ آریہ سماج کے اندر کیسے نظر آتا۔ لیکن پرکاش پارٹی کے مسلمہ لیڈر (لالہ منشی رام حال شردہانند) اور ایڈیٹر پرکاش کی حالت کانشنس کا خون کرتے کرتے اس قسم کی ہوگئی ہے۔ کہ اب ان کو جھوٹ اور سچ کی تمیز ہی نہیں رہی" صلا

(منقول از ٹریکٹ مذکور مطبوعہ راولپنڈی پریس)

ان دونوں سرٹیفکٹوں کو پڑھ کر جو کہ ایک مسلمہ لیڈر آریہ سماج کی قلم سے ایڈیٹر پرکاش کو عطا ہوئے ہیں۔ مسٹر کرشن کا چھوت چھات کو ہندوؤں کے لئے خرابی کا طریق قرار دینا اور غلط طور پر یہ کہنا کہ ہندو اس کو ترک کر رہے ہیں۔ اپنی قدیم عادت دروغ گوئی اور آریہ لٹریچر سے ناواقفی کا موجب نہیں تو اور کیا ہے؟

ایڈیٹر پرکاش کی ویدک لٹریچر سے ناواقفی

ورسنو! مسٹر کرشن بی۔ اے۔ ایڈیٹر پرکاش کا گورو سوامی دیانند تو چھوت چھات کی بڑی پابندی کرتا اور کرانی چاہتا ہے۔ آریہ مہرشی ستمبر ۱۸۸۳ء میں بمقام اودے پور گیا۔ تو وہاں جناب مولوی عبدالرحمن صاحب جج عدالت و سپرنٹنڈنٹ پولیس سے کچھ مکالمہ ہوا مولوی صاحب نے سوامی دیانند صاحب سے سوال کیا۔ کہ

"اگر کوئی شخص ان صفات (بدعلمی۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ بدصحبتی وغیرہ) سے (جن کو آپ تعصب کی صفات قرار دیکر ادہرم کہتے ہیں) خالی ہو۔ اور آریہ نہ ہو۔ تو آریہ لوگ اس کے ساتھ اپنا سا سلوک یعنے طعام اور شادی کا کرینگے یا نہیں؟

جواب:۔ کوئی صاحب علم کھانے اور شادی کو دہرم یا ادہرم سے

خاص تعلق نہیں جانتے۔ بلکہ اس کا تعلق خاص رواج ملک اور
جماعت مذہب سے ہے۔ نہ اس کے امتزاج سے دہرم کی ترقی
نہ انکار سے نقصان۔ لیکن کسی ملک یا جماعت میں رہکر کسی دوسرے
مذہب والے کے ساتھ ان دونوں فعلوں (کھانے اور شادی کرنے)
میں شریک ہونا موجب نقصان ہے۔ اس لئے کرنا نامناسب ہے"
(جیون چرتر کلاں صـ۲۲۵)
پھر ستیارتھ پرکاش کے دسویں باب کی دفعہ ۱۸ میں مہارشی صاحب لکھتے
ہیں۔ کہ

"البتہ مسلمان وعیسائی وغیرہ شراب وگوشت کھانے والوں کے
ہاتھ کے کھانے میں آریوں کو بھی شراب وگوشت وغیرہ کے
کھانے پینے کا عیب لگ جاتا ہے۔ لیکن آپس میں آریوں کا ایک
کھانا ہونے میں کوئی بھی عیب نہیں دکھلائی دیتا" صـ۳۵۶

دماشہ کرشن! دیکھ لو تمہارا سوامی اور مہارشی کس کس ہیر پھیر سے ہندوؤں
کی بدرسم چھوت چھات کی تائید کر رہا ہے۔ اور کیا اٹکل اور بے جوڑ دلیلیں
گھڑ رہا ہے۔ مسٹر کرشن بھلا غور تو کرو۔ طاعون کی طرح شراب و کباب
کا عیب کیسے پیچھے لگ جائے گا! صرف مسلمانوں اور عیسائیوں کا ذکر کرنے
کی کیا ضرورت تھی۔ اتنا ہی کہدیا ہوتا۔ کہ شراب وگوشت کھانے والوں کے
ہاتھ کا کھانے میں آریوں کو بھی شراب وگوشت کے کھانے کا عیب لگ جاتا
ہے"۔ کیونکہ مسلمانوں کے مذہب میں تو شراب قطعاً حرام ہے۔ اگر کوئی پیتا
ہے۔ تو وہ گناہ کرتا ہے۔ جیسے کہ ہندو بھی گوشت کھاتے اور شراب پیتے
ہیں۔ پھر مسلمانوں کا ذکر ہی کیوں کیا۔ صرف شراب خور لکھا ہوتا۔ تاکہ
کائستھ۔ ٹھاکر۔ برہمن۔ جاٹ۔ کشتری وغیرہ وغیرہ گوشت وشراب خور بھی
اس لپیٹ میں آکر ہندوستان کے بنجے تو اس قابل ہو جاتے کہ آریہ صاحبان

ان کا کھانا نہ کھا سکتے۔ بلکہ کلچرڈ پارٹی کے تمام گوشت خور آریہ بھی اس۔ ۹ میں داخل ہو کر تم سے الگ رہتے۔ بہرحال تمہارا سوامی جو کچھ کہہ رہا ہے۔ تم اس کے خلاف اس رسم چھوت کو ہندوؤں کی خرابی کا باعث قرار دے کر جھوٹ بول رہے ہو۔ کہ ہندو اس کو ترک کر رہے ہیں سنو تمہارا ایک آریہ بھائی شیوبرت لال ورمن ایم۔ اے جو وہ بھی ایڈیٹر ہے۔ اور تم سے ایک درجہ آگے کی ڈگری پائے ہوئے ہے وہ تمہاری جیسوں کی نسبت اپنے رسالہ "مارتنڈ" میں "کھان پان کا مسئلہ" بیان کر کر لکھتا ہے۔ کہ

(۱) "ہم ہندو ہیں۔ اور ہندو جاتی میں پیدا ہوئے ہیں۔ کھانے پینے یا چھوت چھات کا مسئلہ ہماری سوسائٹی کے قانون میں داخل ہو گیا ہے۔ اور یہ اس وقت تک رہے گا۔ جب تک ہندوؤں کو ہندو کہلانے کا فخر ہو گا۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ اس (چھوت چھات) کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی کی جائے" صہ ۱۴

(۲) "ہندو سوسائٹی میں جو چھوت چھات ہے۔ وہ کسی خاص مصلحت اور اصول پر مبنی ہے۔ جس کی سمجھ ان نوجوانوں (ایڈیٹر پرکاش جیون فاروق) کو نہیں ہے۔ ورنہ وہ ایسا کبھی نہ کرتے۔ غلط جوش کی لہر میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ ان کی نگاہ دور نہیں جاتی۔ اور نہ نتیجہ کو سوچتے ہیں" صہ ۱۵ ؂

(۳) "مجھ کو یہ کبھی پسند نہیں ہے۔ کہ ہندو۔ مسلمان اور عیسائیوں کے ساتھ کھان پان (کھانا پینا) یا شادی وغیرہ کا بیوہار کریں۔ کیونکہ اس طرز سے ہندوؤں کی بچی کھچی جو تعداد رہ گئی ہے۔ اس میں بھی کمی آ جائیگی" صہ ۱۶ ؂ دیکھا یہ ہے وہ مصلحت جس کی بنا پر یہ چھوت چھات جاری کی گئی تھی۔ اور جس کی تہ

تک پرکاش کے نوجوان ایڈیٹر جیون کی دوربین نگاہ نہیں پہونچ سکتی۔ اور اس نتیجہ کو نہیں سوچ سکتے۔ کہ چھوت چھوڑی۔ تو ہندوؤں کو اسلام کا شیر اور عیسائیت کا نگر مچھ ہڑپ کر جائیگا فاروق)

(م) ایڈیٹر جس روز یہ کھان پان کا قید توڑا گیا۔ آپ دیکھیں گے۔ بہت کم لوگ سماج میں نظر آوینگے۔ کیونکہ سوائے چند نوجوانوں کے جو بھولے ہوئے ہیں۔ کوئی اس تحریک کو دل سے پسند نہیں کرتا۔ اور کیوں کرتا اور کیوں کرنے لگا۔ اس میں صریحی ہندو جاتی کی موت کا یقینی سامان موجود ہے" (مارتنڈ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۸)

فرمائیے مہاشہ کرشن آپ تو بی۔ اے آریہ ہیں۔ یہ ایم۔ اے آریہ آپ کو کیا سمجھا رہے ہیں۔ جس چھوت چھات کی پابندی کو آپ ہندوؤں کے لئے خرابی بتا رہے ہیں۔ اس چھوت چھات کو ایم۔ اے ایڈیٹر سخت پابندی سے کرانیکا مشورہ دے رہا ہے۔ اور اس کے ترک کو ہندو قوم کی تباہی وبربادی اور موت کا پیغام سمجھ رہا ہے۔ آگے کرشن جی مہاراج ذرا اپنے برخوردار شغال کیسری کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔ اور دل میں شرمائیے۔ کیسری کا بدزبان ایڈیٹر کیوری رنگ کھلاتا ہوا کہتا ہے۔ کہ

"ہندو مسلمانوں سے چھونے پر اشنان کئے بغیر بھوجن کرنا (کھانا کھانا) گناہ سمجھتے ہیں" (روزانہ کیسری مورخہ ۱۷ر مئی ۱۹۲۳ء صفحہ ۲ کالم ۲)

واقعی کیسری نے اس معاملہ میں اپنی قوم کے جذبات اور صحیح خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ دراصل ہندو لوگ مسلمانوں کو نہایت گندہ اور غلیظ خیال کرتے ہیں۔ اور اس یقین ہی کا عملی نتیجہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی مسلمان ہندوؤں سے چھو بھی جائے۔ تو وہ ہندو

کھانا نہیں کھاتا۔ جب تک غسل نہ کرے۔ اب یہ سب کچھ سنتے اور دیکھتے ہوئے۔ کہ ہندو مسلمانوں کو سوروں اور کتوں سے بدتر خیال کرتے ہیں یعنے جس طرح ایک مسلمان کے نزدیک سور اور کتا ناپاک جانور ہیں۔ اگر وہ مسلمان کے ہاتھ کو چھو جائیں۔ تو مسلمان کو اپنا ہاتھ پانی سے پاک کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کو اگر مسلمان ہاتھ لگا دیں۔ تو وہ غسل کرتے ہیں۔ گویا مسلمان کی نظر میں سور اور کتا کا جو درجہ ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ایک ہندو کے نزدیک مسلمان کا ہے۔ کہ مسلمان تو صرف کتے کو چھو کر ہاتھ ہی پاک کر لیتا ہے۔ مگر ہندو کو مسلمان کے چھونے سے غسل کرنا پڑتا ہے۔ اس نفرت اور ذلت کی کوئی انتہا رہی ہے؟

ہندوؤں کی نظر میں مسلمان چماروں سے بدتر

میں نے اس مضمون میں بار بار یہ لکھا ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں کو چماروں سے بدتر سمجھتے ہیں۔ مگر اس سے دروغگو آریہ اخبارات کے ایڈیٹر دفع الوقتی کے لئے انکار کر جاتے ہیں۔ اس لئے میں انہی منکرین کی تحریر سے یہ دکھاتا ہوں۔ کہ واقعی وہ مسلمانوں کو چماروں سے بدتر خیال کرتے ہیں۔ اوّل تو اوپر والا کیسری کا اقتباس کہ مسلمان کے چھونے سے ہندو غسل کئے بغیر کھانا نہیں کھا سکتے۔ زبردست ثبوت ہے۔ کہ انسان چھوڑ وہ کتوں سے بدتر سمجھے جاتے ہیں۔ اب کیسری میں چوہڑے چماروں کی اصلاح کرنیوالی آریہ سبھا کے ایک کارکن نے جو مضمون لکھا ہے۔ اسمیں وہ اطلاع دیتا ہے۔ کہ

"چماروں کا ایک ڈیپوٹیشن میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ ہم لوگ کیوں شدھ نہیں کئے جاتے۔ میں نے انہیں سمجھایا۔ کہ تم میں جو ذرا چار ہیں۔ ان کو چھوڑتے جاؤ۔ وقت آنے پر جلدی ہی آپ شدھ کر لئے جاؤ گے۔ ان میں سے پہلے کئی ایک مسلمانوں

کی روٹی کھا لیا کرتے تھے۔ اب میرے کہنے سے انہوں نے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ جس کا مقصد مسلمانوں کی روٹی کھانا ترک کرانا ہے۔ اور اس کمیٹی میں پاس ہو گیا ہے۔ کہ اگر کوئی چمار آیندہ مسلمانوں کے گھر کی روٹی کھائے گا۔ تو اسے برادری سے خارج کر دیا جائے گا" (کیسری لاہور ۲ جون ۱۹۲۳ء)

برادران اسلام! فرمائیے اب تسلی ہوئی یا نہیں۔ کہ جب چماروں تک کو آپ کی مفت کی روٹی کھانے سے ہندو روک رہے ہیں۔ تو کیا تم کو وہ چماروں سے بدتر اور ذلیل نہیں سمجھتے اور چماروں کو تم سے اعلےٰ نہیں قرار دیتے! کیا اب بھی تم میں غیرت اسلامی جوش زن نہ ہوگی! کیا ابھی کچھ اور بننا چاہتے ہو! یہ خوب یاد رکھو۔ کہ اگر تم نے دنیا میں رہنا ہے۔ تو جبتک تم ہندوؤں کو وہی نہ سمجھو گے۔ جو تم کو وہ سمجھتے ہیں۔ تم کبھی اپنی عزت اور وقار کو قایم نہیں کر سکتے؛

ہندو بچوں کو گھٹی میں مسلمانوں سے نفرت کرنی پلائی جاتی ہے

مسلمانوں سے نفرت کرنے کی تلقین ہندو بچوں کو اس دن سے شروع ہوتی ہے۔ جب کہ وہ بات کرنا۔ چلنا۔ پھرنا سیکھ لیتے ہیں۔ تاکہ ان کی فطرت میں مسلمانوں کو ذلیل اور حقیر اور ادنیٰ جاننا داخل ہو جائے۔ چنانچہ بمقابلہ مردوں کے ہندو مستورات نہایت ہی سختی سے چھوت چھات کی پابند ہوتی ہیں۔ اور جب کبھی سفر میں یا بازار میں اپنے بچوں کو ساتھ لے کر نکلتی ہیں۔ تو قدم قدم پر ان کو یہ کہتی جاتی ہیں۔ "وے ہیریا ماپتر ویکھ کے تریا کرے مسلے نال نہ چھو جائیں۔ ایہہ بھرشٹ ہوندے نے توں بھی بھرشٹیا جائینگا

بھیرلا آکا نیوں نال نہیں کھوائے گا د اے ہری رام ذرا دیکھ کر چلا کر ایسا نہ ہو۔ کسی مسلمان کا ہاتھ پلہ تجھ کو لگ جائے۔ تو تو ناپاک ہو جائیگا۔ کیونکہ مسلمان پلید ہوتے ہیں۔ پھر تیرا باپ تجھ کو اپنے ساتھ نہیں گھمائے گا" اس طرح کی بار بار فہمائش اور تعلیم اپنے والدین سے حاصل کرکے ہندوؤں کے بچے بچپن سے ہی مسلمانوں کو ادنٰے اور اپنے آپ کو اعلےٰ خیال کرنے لگتے ہیں۔ اور ان کے دل میں مسلمانوں سے سخت نفرت بھر دیجاتی ہے ؛

ریلوے سفر کا ایک واقعہ

میرے محترم مکرم بھائی جناب حافظ روشن علی صاحب مد ظلہ العالی نے اپنا چشم دید ایک واقعہ سنایا۔ کہ ہم پٹیالہ جا رہے تھے۔ ریل کے جس کمرے میں ہم بیٹھے تھے۔ اسی میں ایک ہندو صاحب معہ اپنی اہلیہ اور تین چار سالہ بچے کے سفر کر رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ ان کے بچے کو پیاس لگی۔ اس نے پانی مانگا۔ اتفاق سے دو تین اسٹیشن گذرنے پر بھی کسی اسٹیشن پر کوئی ہندو پانی پلانے والا نہ ملا۔ گرمی کا موسم بچہ کی پیاس اور شدت کی پیاس بچہ رو رو کر بلکتا تھا۔ کہ پانی دو۔ ہمارے پاس ایک صراحی تھی۔ وہ اس بچے کی نظر پڑی۔ اور اس نے بار بار اسکی طرف اشارہ کرکے پانی مانگا ہر بار اُس کی والدہ مکرمہ یہ کہکر اس کو جھڑک دیتی۔ کہ یہ مسلمانوں کا پانی ہے۔ تو نے بھرشٹ ہونا ہے۔ جو یہ پانی مانگتا ہے۔ ابھی اسٹیشن آتا ہے اس پر پانی پلائیں گے۔ بچہ تھوڑی دیر کو ڈر کر خاموش ہو جاتا آخر اسٹیشن آیا۔ مگر پانی وہاں بھی نہ پایا۔ وہ پھر پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ رو کر پانی مانگنے لگا۔ اور اسی صراحی کی طرف دھیان لگائے رہا۔ پھر اس کی والدہ نے اُسے جھڑک کر کہا۔ کیا تو نے مسلمان ہونا ہے۔ جو مسلمانوں کا پانی مانگتا ہے۔ وہ بچہ رو رو کر ہلکان ہو گیا پیاس بادوسرے

مسافروں نے بھی کہا۔ کہ یہ بچہ ہے۔ اس کا کیا ڈر ہے۔ اس کو صراحی سے پانی پلادو۔ صراحی میں پانی پاک ہے۔ کسی نے پیا نہیں۔ مگر بچہ کے والدین نے نہ مانا۔ اور اس بچہ کے رونے سے حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے اور سب مسافروں کے جو اس کمرے میں تھے دل ہلے جاتے تھے۔ لیکن اس کی ماتا ایسی سنگدل تھی۔ کہ اس نے نہ ہی اس کو پانی پینے دیا۔ یہاں تک کہ پٹیالہ کا اسٹیشن آگیا۔ اور وہ اُتر کر چلے گئے۔ وہاں شاید پانی پلایا ہو۔ اب خیال کرو۔ کہ کہاں تک اس قوم کو مسلمانوں سے نفرت اور بیزاری ہے۔ کہ اپنی نابالغ اولاد کو پیاسا ماردینا منظور مگر مسلمانوں کا پانی نہیں پینے دینا اس تعلیم سے کھلا دو بقول مشہور ؎ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔ کیوں نہ مسلمانوں کو ناحیات ادنیٰ اور ذلیل ناپاک اور گندہ خیال کرینگے۔ یہ ہے برادران وطن کا تعلق تمہارے ساتھ۔ جو رات دن ہندو مسلم اتحاد کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ذرا اس طریق عمل کا تو کوئی جواب دیں۔ اور سنو!

ایک ہندو دیوی کی کرتوت

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک ہندو عورت نے اپنے خوردسال بچے کو چند بسکٹ کھانیکے لئے دیئے۔ نادان بچہ بسکٹ لے کر کھیلتا ہوا گھر سے باہر نکل گیا۔ جہاں ایک کُتّے نے اس کے ہاتھ سے بسکٹ چھین لیا۔ اور بھاگ گیا بچہ رو کر ماں کی طرف یہ کہتا ہوا دوڑا۔ اماں کُتّا بسکٹ لے گیا۔ اماں کُتّا بسکٹ لے گیا۔ ماں ماتا کی ماری کُتّے کے پیچھے دوڑی۔ عورت کی سراسیگی دیکھ کر ایک مسلمان لڑکے کو ترس آیا۔ وہ فوراً دوڑ کر کُتّے سے بسکٹ چھڑانے لگا۔ کُتّا بسکٹ پھینک کر چلدیا۔ وہ مسلمان لڑکا ابھی اٹھانے ہی لگا تھا۔ کہ بچہ کی ماں نے شور مچا کر مسلمان لڑکے کو کہا۔ کہ بچہ خبردار کہیں بسکٹ کو ہاتھ نہ لگا دینا۔ کہ چھُو جائے گا۔ مسلمان لڑکے نے ہاتھ تو نہ لگایا۔ مگر کہنے لگا۔ کہ مائی کُتّے کے منہ سے تو بسکٹ ناپاک نہ ہوا۔ مگر میرے ہاتھ لگ جانے

سے ناپاک ہو جائے گا۔ عورت نے کہا۔ کہ ہاں بچہ ہمارے دہرم میں کُتّے بلّے کے چھونے سے وہ دوش حرج نہیں ہوتا۔ جو چوہڑے چمار مسلمان کے ہاتھ لگانے سے ہوتا ہے۔ مسلمان لڑکا یہ انوکھی منطق شرمندگی کے ساتھ سن کر چلا گیا۔ اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں۔ جو ہر روز ہمارے اور آپ کے ملاحظہ سے گذرتے رہتے ہیں۔ زیادہ بیان کی ضرورت نہیں ؎

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

ہندوؤں کے رکیک عذرات کا ازالہ

جب واقعات اور دلائل سے ہندوؤں پر ثابت کیا جاتا ہے کہ چھوت چھات سے تم مسلمانوں کو حقیر اور ادنےٰ سمجھتے ہو۔ جس سے مسلمانوں کی ذلت ہوتی ہے۔ اور اپنی بڑائی ثابت کرتے ہو۔ اور مسلمانوں سے نفرت کر کے اس نام نہاد اتحاد کی کشتی میں سوراخ کر رہے ہیں۔ تو اس کے جواب میں یہ لوگ چند بیہودہ عذر پیش کرتے ہیں۔ جن کا جواب دیا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ وہ عذر یہ ہیں :-

پہلا عذر رکیک بعض نا اہل کم فہم اصل صورت کو بدلا کر ایک نئی بات بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ لائل پور کے مردہ اخبار "جاگرت" کا زندہ در گور ایڈیٹر ہے۔ وہ چھوت چھات کے ترک کو یہ سمجھ بیٹھا ہے۔ کہ مسلمان یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہندو مسلمانوں کا جھوٹھا کھائیں اور مسلمان ہندوؤں کا اس سے ہندو مسلم اتحاد مضبوط ہو گا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ مسلمانوں سے ترک چھوت چھات کا یہ مدعا اسی جاہل کے فہم میں آیا ہے۔ جو فیونلنگ کا پوجاری ہے۔ ترک چھوت چھات سے یہ مراد ہے۔ کہ جس طرح ہندو اپنی قوم میں ایک دوسرے کے ہاتھ کا چھُوا ہُوا لیتے ایک دوسرے کے گھر کا پکا ہُوا کھا لیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ہاتھ

پانی لے کر پی لیتے ہیں۔ اسی طرز کا وہ مسلمانوں سے کھان پان کے سلسلہ میں برتاؤ کریں۔ یعنے مسلمان کے ہاتھ سے مٹھائی لے کر کھالیں۔ مسلمان کے گھر کی پکی ہوئی روٹی کھالیں۔ مسلمان کے گھڑے سے یا ہاتھ سے لے کر پانی پی لیں۔ جس سے ظاہر ہو جائے۔ کہ وہ مسلمانوں سے نہ نفرت کرتے ہیں۔ نہ ان کو ناپاک و ذلیل سمجھتے ہیں۔ اس سے مسلمان جان جائیں گے۔ کہ ہندو صاحبان ہمارے بھائی ہیں۔ اور ہمیں اپنے جیسا ہی معزز سمجھتے ہیں۔ یہ یقین ہونے پر ضروری ہے۔ کہ باہمی محبت اور اتحاد میں مضبوطی اور ترقی ہو۔ اس سیدھی اور سچی تجویز کو اپنی اوندھی عقل اور اُلٹی کھوپری سے یہ سمجھ لینا۔ کہ مسلمان اپنا جھوٹھا ہندوؤں کو کھلانا چاہتے ہیں۔ خوش فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟ پرسرام فیاض پانڈے "جاگرت" کے نافہم ایڈیٹر سے یہ کس نے درخواست کی تھی۔ کہ آپ مسلمانوں کا پس خوردہ کھائیں۔ یا اتحاد کے لئے مسلمانوں کی تھالی میں مل کر کھائیں۔ مسلمان تو خوب جانتے ہیں۔ کہ ہندو قوم الگ الگ بیٹھ کر کھایا کرتی ہے۔ ان میں گائے۔ بکری۔ اونٹ گھوڑے والی خاصیت نہیں جو ایک جگہ مل کر ایک ہی کھرلی پر سب بلا روک ٹوک کھانے لگیں۔ پھر بھلا وہ ایسے پاک فطرت لوگوں سے کس طرح ایک تھالی میں مل کر کھانے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ "جاگرت" کے خوابیدہ بخت ایڈیٹر نے ناحق اپنی طرف سے یہ بات بنا کر عذر نامعقول شروع کر دیئے۔ کہ:۔

"کوئی سناتن دھرمی مرد اپنی عورت کے ساتھ کھانے کو تیار نہیں ہوگا لیکن کیا اس مرد کا اپنی عورت سے پریم کم ہے! کیا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا بھی نہیں کھاتا۔ خادم قوم کیا اُن کو یاد نہیں کہ امرت سر کانگرس کے علاوہ اور بہت سی جگہوں پر ہندوؤں اور مسلمانوں نے اکٹھا پانی پیا تھا۔ اگر محض اکٹھا کھالے پینے سے محبت بڑھتی ہے تو آج ہندو مسلم ایک دوسرے کے سر پھٹول کے لئے تیار کیوں ہیں!

کتّے ہمیشہ ایک دوسرے کا جھوٹا کھا لیتے ہیں۔ لیکن کیا ان میں پریم بہت ہوتا ہے۔ تھوڑا سا روٹی کا ٹکڑا دو چار کتّوں کے درمیان ڈال کر پھر ان کے پریم کا امتحان کرلو"

(جاگرت لائل پور مورخہ ۱۳ر اگست صفحہ ۲ کالم ۲)

واہ جی بدصو پرسرام! ایسی نظیر پیش کی۔ جو خود ہی اپنے اوپر چسپاں کری یہی تو بات ہے۔ کہ مسلمان ایسی امید آپ سے نہیں رکھتے۔ کہ آپ مل کر کھا سکیں گے۔ آپ کا باہمی کھان پان کا برتاوا بتا رہا ہے۔ کہ آپ میں کتوں والی خاصیت ہے۔ کہ ملکر نہیں کھاتے۔ گائے۔ بکری۔ بھیڑ۔ اونٹ۔ چڑیا کبوتر والی طبیعت نہیں۔ جو ایک دوسرے سے کیا بلکہ صدہا مل کر ایک جگہ چارہ اور ایک جگہ دانہ چگتے ہیں۔ مگر کبھی باہمی لڑائی نہیں کرتے۔ برخلاف کتوں کے کہ وہ اکٹھے ایک جگہ مل کر کھا نہیں سکتے۔ لہذا یہ عذر ناپاک آپ کی حیات پر دال ہے۔ مسلمانوں کی یہ خواہش نہیں۔ کہ آپ کو جھوٹھا کھلائیں وہ صرف اس نفرت دلانیوالی رسم چھوت چھات کو اس طریق پر لانا چاہتے ہیں۔ جس کو آپ اپنی برادری اور متعلقین و قوم میں برتتے ہیں۔ ذرا سمجھ کر قلم اٹھایا کرو۔ بت پرستی نے تو تمہاری عقل ہی مار دی ہے۔ سمجھو تو کس سی سمجھو؟

دوسرا بیہودہ عذر

دوسرا عذر اس سے زیادہ لغو جو مورتی پوجک دماغ کی سرانڈ سے نکلا ہے۔ یہ ہے۔ کہ

"ان کو معلوم نہیں۔ کہ سناتن دھرمی تو اپنی عورت کو بھی ماہواری خون (ایام حیض) کے دنوں میں چوکے میں آنیکی اجازت نہیں دیتے تو کیا اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ ان کو اپنی عورت سے نفرت ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں!" (جاگرت مذکور صد کالم ۲)

ناظرین! جس کھوپری سے یہ معذرت نکلی ہے۔ کیا آپ اس کو صحیح الحواس اور سلیم العقل کہہ سکتے ہیں! بھلا اس لائل پوری پنڈے سے کوئی پوچھے

کہ ایام حیض میں جو تم نے اپنی جورو کو چوکے میں آنے برتن بھانڈے کو ہاتھ لگانے روٹی ہانڈی پکانے سے روک کر الگ بٹھا دیا ہے۔ اس کا کیا باعث ہے۔ یہی کہ وہ اُس مرض میں مبتلا ہو گئی ہے۔ جس میں وہ تا صحت و فراغت آپ کے کام کی نہیں رہی۔ اور مذہباً ناپاک۔ گندی۔ پلید۔ غلیظ ہو گئی ہے۔ اگر ان ایام میں کبھی وہ چوکے کے اندر جائے تو اس کو ناپاک کر دے۔ روٹی پکائے رسوئی بنائے۔ تو اس کو بھرشٹ کرے۔ تم کو ہاتھ لگا دے۔ یا تم بھول کر اس کا بوسہ لے لو۔ تو تم کو گندہ کر دے۔ تو پھر بوجہ ناپاکی کے اس سے آپ نے علیحدگی اختیار نہیں کی۔ تو کس وجہ سے کی؟ جو طاعون زدہ مریض کی طرح چوکے سے اتار دی۔ اس کا باعث نفرت اور ناپاکی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہی تو ہم کہتے ہیں۔ کہ تم مسلمانوں کو ناپاک اور غلیظ سمجھ کر چوکے میں آنے نہیں دیتے۔ برتن کو چھونے نہیں دیتے۔ رسوئی کو پکانے نہیں دیتے۔ پانی کو ہاتھ لگانے نہیں دیتے۔ یہ عذر تو تمہارا اینچ کن اور مسلمانوں کے مدعا کو ثابت کرنے والا ہے مگر سمجھے وہ جسے کچھ علم ہو آپ جلہری کے پوجاری کیا سمجھیں؛

تیسرا عذر نامعقول

بعض مہاشے یہ عذر کرتے ہیں۔ کہ ہم مسلمانوں سے چھوت چھات نفرت کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ وہ چونکہ گوشت کھاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان سے چھوت کرتے ہیں۔ اِس کے نامعقول ہونیکی یہ دلیل ہے۔ کہ ہزارہا ہندو۔ کھتری۔ کالیتھ۔ جاٹ۔ زمیندار گوشت کھاتے ہیں۔ حتیٰ کہ آریہ سماج کی ایک کلچرڈ پارٹی تو علانیہ مانس پرچارک (گوشت خوری کے واعظ) ہے۔ کیا آریوں اور ہندوؤں نے ان سے چھوت چھات کر رکھی ہے۔ جو مسلمانوں سے بوجہ گوشت خوری چھوت کرتے ہیں سکھ صاحبان علانیہ جھٹکہ کھاتے ہیں۔ کیا ان سے چھوت چھات ہے؟ کیسری اور پرتاب کے آریہ ایڈیٹر ہندوؤں کو مسلمان قصابوں سے گوشت لینے کی ممانعت کر کے جھٹکہ کی دکانیں کھولنے کی تحریک کرتے ہیں۔ کیا ان ہندوؤں سے جن کے لئے جھٹکہ

جاری کرانا چاہتے ہیں۔ چھوت چھات کردی؟ پس یہ عذر ہی نامعقول ہے۔

چوتھا عذر فضول

آخر ہر طرح سے جب ان کا ناطقہ بند کیا جاتا ہے۔ تو پھر اس عذر پر بہت زور دیتے ہیں۔

کہ مسلمان گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس لئے ہندو ان سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ لیکن یہ عذر پہلے عذروں سے بھی بڑھ کر لغو اور فضول ہے۔ جس کے وجوہات ذیل ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ ہندوؤں کے نزدیک گائے پاک ہے یا ناپاک۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ کہ تمام ہندو اس کی پوجا کرتے۔ اور پوتر جانتے ہیں۔ تب ہی تو اس کا دودھ پیتے ہیں۔ گھی کھاتے ہیں۔ اگر ناپاک سمجھتے تو ممکن نہ تھا۔ کہ اس کے نزدیک بھی جاتے۔ جیسا کہ مسلمان سوئر کو حرام جانتے ہیں۔ اس کے دودھ۔ دہی۔ گھی۔ بال۔ گوشت۔ گوہ موت سب کو حرام جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی صورت کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اس کو ہاتھ لگانا گناہ سمجھتے ہیں۔ برعکس اس کے ہندو گائے کا گوبر پاک اور پیشاب پاک جانکر اپنے چوکے کو گوبر سے پاک کرتے۔ اور ناپاک شدہ کنوئیں یا آدمی کو گوموتر (گائے کے پیشاب) سے پاک کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ گائے پاک ہے۔ پھر بھلا جس جانور کا دودھ پاک ہو۔ دہی پاک ہو۔ چھاچھ پاک ہو۔ گھی پاک ہو۔ مکھن پاک ہو۔ اس کی ربڑی پاک ہو۔ ملائی پاک ہو۔ پیڑے اس کے پاک ہوں۔ کھویا پاک ہو۔ گوبر پاک ہو۔ پیشاب پاک ہو۔ اس کا گوشت کیوں پاک نہ ہو گوبر اور پیشاب سے تو بدرجہا بڑھ کر گوشت پاک ہے۔ پس جس چیز کا پیشاب اور پاخانہ دوسری ناپاک شدہ چیز کو پاک کرسکتا ہے۔ اس کا گوشت تو بدرجہ پاک کرنے والا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ غذا کی وجہ سے جزو بدن ہو کر انسان کے تمام رونگٹے رونگٹے اور رگ و ریشہ اور خون و گوشت کو پاک کردیگا۔ اور مسلمان ایسی مقدس اور پوتر غذا کھا کر تو پاکوں سے بھی پاک اور قابل عزت

انسان ہونے چاہئیں۔ نہ کہ گوشت کھا کر وہ ناپاک اور بھرشٹ ہو جائیں
یہ تو دراصل گائے کی بے عزتی اور اس کی توہین ہے۔ کہ اس کا پیشاب گوبر
تو یہ تاثیر رکھتا ہے۔ کہ ناپاک کو پاک کر دیتا ہے۔ مگر اُس کا گوشت ایسا ناپاک
اور گندہ ہے۔ جو کھانے والوں کو ناپاک کر دے۔ دیانندیو! اور سناتن دہرمیو!
کچھ تو عقل سے کام لو۔ یہ تمہاری کیسی منطق ہے۔ گائے کا گوہ۔ موت تو پاک
کرنے والا ہے۔ مگر گوشت ناپاک کر ڈالتا ہے۔ یہ کہاں کی فلاسفی ہے۔
پس یہ عذر نہایت ہی فضول ہے۔ کہ بوجہ گائے خوری کے ہندو لوگ
مسلمانوں سے چھوت کرتے ہیں۔ چھوت چھات کی کچھ اور ہی وجہ ہے اور
وہ یہ کہ مسلمانوں کو ذلیل سمجھا جائے۔ ان کے مال لوٹے جائیں اپنے آپ کو اسلام
میں داخل ہونے سے بچایا جائے۔ اور اعلیٰ و افضل صرف ہندو ہی سمجھے
جائیں۔ باقی تمام توہیں مسلمان۔ عیسائی وغیرہ ادنےٰ قرار پائیں۔ جیسا کہ
کیسری اخبار کی گواہی اسی مضمون میں اوپر ہم نقل کر چکے ہیں۔

چھوت کے فائدے اور نقصان

اب میں ذرا تفصیل سے برادران اسلام کے سامنے اس بد رسم چھوت
چھات کے وہ فائدے جو ہندوؤں کو پہونچ رہے ہیں۔ اور وہ نقصان جو
جو مسلمانوں نے اُٹھائے ہیں بیان کرتا ہوں۔ سو واضح ہو۔ کہ چھوت چھات سے
مسلمانوں کو چار ناقابل برداشت نقصان پہونچے ہیں۔ اور ہندوؤں کو عظیم الشان
فائدے حاصل ہوئے ہیں۔ جن کی توضیح یہ ہے:-

ہندوؤں کو فائدہ عظیم اس تباہ کن رسم کی بدولت ضروریات زندگی
کی تمام تجارت ہندوؤں کے ورثہ میں چلی گئی
کوئی شہر ہو۔ یا گاؤں۔ قصبہ ہو یا چک۔ ریلوے اسٹیشن ہوں یا عام میلے جہاں
جہاں جا کر دیکھو۔ تمام ضروری اشیاء کے دکاندار اور ٹھیکہ دار ہندو ہی ہندو

نظر آئیں گے۔ ہر طبقہ کے ہندو چھوت چھات کے رواج کی وجہ سے مسلمان دوکانداروں سے کوئی چیز لے کر استعمال نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہندو آبادی عموماً اپنے ہی ہم مذہبوں کے ساتھ خرید فروخت کا سلسلہ جاری رکھتی ہے کم علم اور بے سمجھ مسلمان جو قومی نفع و نقصان کے احساس سے بے خبر ہوتے ہیں۔ وہ بھی عموماً اہل ہنود ہی کی دکانوں کی رونق بڑھاتے اور ان کو فائدہ پہونچانے میں دریغ نہیں کرتے۔ مسلمانوں کی محنت اور مشقت سے بھی ہندو دوکاندار ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ الغرض ہر قسم کی اشیاء خوردنی تک بھی ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی گئیں۔ آٹا ہے تو ہندوؤں سے لو۔ گھی ہے۔ تو ہندوؤں سے لو۔ دودھ دہی۔ ہر قسم کی مٹھائی۔ بھنے ہوئے چنے۔ اور چاول کے مرمرے۔ پوری۔ کچوری اُبلے ہوئے چنے۔ دہی بھلّے۔ بوندی۔ کچالو۔ ریوڑی۔ الائچی دانہ۔ بتاشے۔ حلوا پکوڑے۔ تلی ہوئی دال وغیرہ سینکڑوں قسم کی پختہ خوردنی اشیاء جن کو ہر مسلمان زن و مرد۔ خورد و کلاں امیر و غریب خریدتا ہے۔ انہی برادران وطن سے لیجاتی ہیں۔ اب ذرا ہندوستان کی مردم شماری کا اندازہ کرو۔ تو سات کروڑ سے زیادہ مسلمان ہیں۔ اور کم از کم میں ایک روپیہ ماہوار فیکس مٹھائی وغیرہ خوردنی اشیاء کا قرار دیتا ہوں۔ حالانکہ اس سے کہیں زیادہ روپیہ کھانے پینے پر ماہوار خرچ کر دیتے ہیں۔ مگر اس قلیل سے قلیل رقم کا ہی شمار کرو۔ تو سات کروڑ روپیہ مسلمانوں کی جیب سے صرف دودھ۔ دہی۔ حلوا پوری۔ ریوڑی۔ پکوڑی۔ چنے اور کچالو پر جو کہ مدار زندگی بھی نہیں ہے۔ ماہوار نکل کر ہندوؤں کی صندوقچی میں جا پڑتا ہے جس سے ایک پیسہ کی واپسی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہندو لوگ ان پختہ اشیاء خوردنی۔ پوری۔ حلوا وغیرہ کو اگر مر بھی جائیں۔ تو مسلمان دوکاندار سے نہیں خرید کرینگے۔ کیونکہ یہی منحوس چھوت چھات ان کو مانع ہے۔ پھر ان بکی ہوئی مٹھائی وغیرہ اشیاء کے علاوہ کم سے کم دو روپیہ ماہوار فی کس آٹا نمک۔ تیل۔ ہلدی۔ گھی جیسی کچی اشیاء کا حساب لگاؤ۔ تو چودہ کروڑ ماہوار

ماہوار اس کا ہوتا ہے۔ جو بالعموم ہندوؤں سے ہی مسلمان خریدتے ہیں۔ اس کے
بعد میں ایک روپیہ فی کس پارچہ پوشیدنی کا لگاتا ہوں۔ تو سات کروڑ ماہوار کپڑے
پر جو ہندوؤں سے ہی لیا جاتا ہے۔ صرف ہوتا ہے۔ یہ جملہ رقوم اٹھائیس کروڑ
روپیہ بے کھٹکے جو نہایت ہی کم فرض کی گئی ہے۔ مسلمان ہر مہینے ہندوؤں کے
گھر پونچا دیتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ صرف کاغذی حساب ہے۔ مگر اسمیں ایک حبہ
کی کمی نہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ ہی روپیہ مسلمان ہندوؤں کو دیدیتے ہیں۔ اب
خیال کرلو۔ کہ جس قوم کا ۲۸ کروڑ روپیہ ہر مہینہ جیب سے نکل کر ایسی قوم کے
ہاتھ میں چلا جاوے۔ جس سے سوائے نیش زنی اور مسلمانوں کا خون چوسنے
کے ایک پائی تک کی واپسی کی امید نہ ہو۔ تو اس قوم کے افلاس میں اور ہندو
قوم کے تموّل میں کسی مزید دلیل لانے کی ضرورت رہتی ہے۔ یہ ہے نتیجہ اس
چھوت چھات کا جو اس قدر عظیم الشان فائدہ ہندوؤں کو پہونچا رہی ہے۔
پھر وہ کیوں ایسے زرخیز نسخہ کو ترک کرسکتے ہیں۔ جنہیں ہر طرف سے اور ہر طریق
سے فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے۔ نقصان کا نام تک نہیں۔ یہ عالیشان مکانات
اور بڑی بڑی توندیں ان برادران وطن نے کس کے ہو پی پی کر بنائی ہیں! کیا
لالہ صاحب نے دھیلے دھیلے کی پکوڑیاں اور دمڑی دمڑی کے چھولے۔
(چنے) بیچ بیچ کر اتنے پیٹ بڑھائے ہیں۔ اور یہ عالی شان عمارتیں تیار کرائی
ہیں۔ یہ سب مسلمانوں کا خون ہے۔ جو ان کے بدن میں جارہا ہے۔ اور یہ سب
چھوت چھات کے کرشمے ہیں۔ جو نظر آرہے ہیں۔ جاؤ ہر ایک ہندو حلوائی
اور ہندو پنساری اور ہندو بنیہ کی روزانہ بکری کا پتہ لگا دیکھو۔ اور یہ بھی معلوم
کرو۔ کہ اس روزانہ بکری میں مسلمانوں کا روپیہ کس قدر ہے۔ اور ہندوؤں کا
کتنا۔ تو تم پر حقیقت کھل جائیگی۔ کہ آج کس قدر خون مسلمانوں کا نکل گیا ہے
جو دوبارہ پیدا ہونا ناممکن ہے۔ اور وہ لالہ جی کے جسم میں داخل ہوچکا ہے

مسلمانونکو چھوت کے نقصانات

پہلا نقصان اخلاقی

مسلمانوں کو اس چھوت سے یہ پہونچا کہ سلف ریسپکٹ یعنے خودداری کی تعلیم جو اسلام نے دی تھی۔ وہ مسلمانوں میں سے اس چھوت چھات کے طفیل جاتی رہی۔ جس سے ہمیں ایسا اخلاقی نقصان پہونچا۔ جس کی تلافی مشکل ہو گئی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہندو چھوت چھات کر کے ہمارے جذبات خودداری کو پوری کوشش سے مٹا رہے ہیں۔ ہماری حمیت وغیرت کے احساسات کو کچل رہے ہیں۔ جس سے ہماری قوم کی ترقیات تمدنی و اقتصادی رک گئیں۔ اور ایسی اخلاقی پستی میں گرے۔ کہ اب اٹھنے اور نکلنے کے لئے ہمیں سخت محنت اور بہت وقت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ہمارے سامنے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ کہ وہ اقوام جن کو ہندوؤں نے اچھوت قرار دے رکھا ہے۔ جیسے چمار اور مینگھ وغیرہ جو برائے نام ہندو بھی کہلاتی ہیں۔ اور ان سے چھوت کا سلسلہ جاری رکھا۔ تو ان کی تمام حمیت وغیرت کے جذبات اور حِسیں ایسی مردہ ہو گئیں۔ کہ اب ان کا ابھارنا اور اٹھانا وقت طلب بن گیا۔ پس اس چھوت چھات کے سلوک کا جو نتیجہ ہوا وہ یہ کہ رفتہ رفتہ تمام اخلاقی قوتیں بیکار ہو گئیں۔ اس چھوت کے ذریعہ ہندوؤں نے ہماری اخلاقی قوتوں کو تباہ کر دیا۔ حمیت وغیرت و خودداری کے تمام جذبات اس سے کچل کر مردہ بنا دیئے۔ اور اس اخلاقی پستی میں مسلمانوں کو مبتلا کر کے اب شدھی کے اژدہا کے منہ میں اُن کا خاتمہ کر دینا چاہا ہے۔

دوسرا نقصان اقتصادی

مسلمانوں کو اس بدرسم چھوت سے یہ پہونچا ہے۔ کہ تمام تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اور یہ وہ اقتصادی نقصان ہے۔ جس سے ہندو امیر اور مسلمان مفلس بن گئے۔ ہندو چھوت چھات کی وجہ سے کوئی چیز مسلمانوں

سے نہیں خریدتے۔ برخلاف اس کے مسلمان ہندوؤں سے خریدتے ہیں۔ اس لیئے خوردنی اشیاء کی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی گئی جب ہندوؤں نے خوردنی اشیاء میں دیکھا۔ کہ مسلمان مجبوراً ہم سے خریدتے ہیں۔ اور اس سے ہمیں فائدہ ہوتا ہے۔ تو انہوں نے اس مسئلہ کو اور سخت کردیا اور غضب یہ کیا۔ کہ اس دشمن اسلام قوم نے ایسی چیزیں بھی جن پر چھوت کا حکم نافذ نہیں ہوتا مسلمانوں سے خریدنی بند کردیں۔ جاؤ تجربہ کرکے دیکھ لو۔ ہندو لوگ کبھی مسلمان بزاز سے کپڑا نہیں خرید کرینگے۔ کبھی مسلمان بساطی سے بساط خانہ کا مال نہیں لیں گے۔ کبھی پرچون کی چیزیں مسلمانوں سے نہیں خریدینگے۔ بلکہ تمام قسم کی چیزیں مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں سے ہی خرید کریں گے۔ بعض شہروں میں دیکھو۔ تو یہ گئو ماتا کے فرزند ادھوڑی کی جوتیاں بیچتے بھی نظر آئیں گے۔ سبزیاں۔ ترکاریاں بیچتے ہوئے بھی پاؤگے غرض یہ بدنام کنندگان اتحاد چھوت کی آڑ لے کر ہر ایک چیز ہندوؤں سے ہی خریدینگے۔ غریب مسلمانوں سے حتی المقدور نہ لیں گے۔ ان کے اس ظلم کا آخر یہ نتیجہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کی تمام دولت کھچ کر ان کی جیبوں میں چلی گئی۔ اور مسلمان قلاش ہو گئے۔ اور مسلمانوں کا خون چوس چوس کر یہ جونک کیطرح پھول گئے۔

علاوہ ازیں وہ سرکاری ملازمتیں جو رفاہ عام سے تعلق رکھتی ہیں۔ تمام تر ہندوؤں کے قبضہ میں چلی گئیں۔ اور غریب مسلمان ان سے محروم ہو گئے۔ کیونکہ کہدیا گیا۔ کہ ہندو تو مسلمانوں سے ریل کے سفر میں پانی نہیں پی سکتے۔ اور ہاتھ سے کھا نہیں سکتے۔ اور مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ سے کھا پی لیتے ہیں۔ اس واسطے ہندوؤں کو نوکر رکھنا چاہیئے۔ جن سے دونوں قومیں کھا پی لیتی ہیں۔ پس اس خانہ خراب چھوت چھات نے ہندوؤں کو تاجر دوکاندار اور مسلمانوں کو مفلس اور خریدار بنا دیا۔

تیسرا نقصان تبلیغی یہ وہ نقصان ہے۔ جس کی جواب دہی مسلمانوں کو خدا اور رسُول کے حضور میں کرنی پڑے گی۔

اور وہ تبلیغی نقصان ہے۔ جو اس طرح ہُوا۔ کہ ہندوؤں نے چھوت کا مسئلہ جاری کرکے اسلام کی تبلیغ کو ہندو قوم میں بالکل روک دیا۔ اگر مسلمانوں کی طرف سے ہندوؤں میں اس چھوت کے ذریعہ یہ نفرت اور بیگانگی اور حقارت نہ پھیلتی۔ تو ہر وقت مسلمان ان کو اسلام کی دعوت دے کر اپنے پاک مذہب میں ملانے کا موقعہ پا سکتے تھے۔ مگر یہی نحوست چھوت چھات کی اسلام اور ہندو مذہب میں حایل ہو کر اس دولت عظمٰی سے ہندوؤں کو محروم کر گئی اور مسلمانوں کو ماخوذ۔ کہ انہوں نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی۔ بتاؤ۔ کہ اب تم کیا عذر بحضور رب العالمین سناؤ گے۔ کہ کیوں تم نے ہندوؤں کو جو تمہارے اہل وطن تھے دعوت اسلام نہ دی؟ یہی معذرت کرو گے ناکہ باری تعالیٰ انہوں نے ہم سے چھوت چھات کرکے ہم کو اپنی قوم کی نظروں میں ذلیل کر دیا۔ اور ہم نے بخوشی شرح صدر اس ذلت کو بسروچشم قبول کر لیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

چوتھا نقصان مذہبی جو ناقابل برداشت اور آب از سر گزشت کا مصداق ہے۔ وہ فتنہ ارتداد ہے۔ جو اسی

چھوت چھات کی بدولت مسلمانوں کو دیکھنا پڑا۔ جس کا ذکر میں اوپر کسی جگہ کر چکا ہوں۔ کہ ملکانہ راجپوتوں نے یہ سمجھ کر کہ ہندو ہی ایک معزز قوم ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک مذہب والا مسلمان ہو یا عیسائی چوہڑا ہو یا چمار کھا پی لیتا ہے۔ مگر مسلمانوں کے ہاتھ سے ہندو مر بھی جائے تو پانی پئے نہ روٹی کھائے۔ اس لئے ایسی ذلیل قوم میں رہنا اچھا نہیں۔ کیوں نہ ہندوؤں کی معزز قوم میں داخل ہو جائیں۔ جو سب سے اعلےٰ اور افضل اور پاک ہے یہ وہ نقصان ہے۔ کہ جس کے بعد اب مسلمانوں کو ہندوستان سے یا تو نکل جانے پر مجبور کر دے یا وہ اپنی عزت اور اسلام کی عزت کو قایم کرنے پر

تیار ہو جائیں۔

لہٰذا

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرما

اب میں اون مسلمانوں سے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا اور خدا کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ جن میں اسلامی غیرت اور دینی حمیت ہے بمندرجہ ذیل سوال پوچھتا ہوں۔ کہ وہ ان دونو صورتوں میں سے کون سی راہ پسند کرتے ہیں۔ آیا ہندوستان میں ذلیل اور حقیر اور ادنےٰ چوہڑے چماروں سے بھی بدتر بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ یا خودداری پر عمل کر کے اپنی عزت اور اسلام کی عزت کو قایم رکھنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر صورت اوّل پسند ہے تو اس کے واسطے تو کسی کوشش و محنت کی ضرورت نہیں۔ یہ تو چھوت چھات کے صدقہ سے دم نقد موجود ہے۔ اور اس کی بدولت نوبت تا باینجا رسید کہ عزت گئی۔ آبرو گئی۔ مال گیا۔ دولت گئی۔ مفلس قلّاش ہو گئے۔ غیروں کی نظروں میں ارذل ترین سمجھے گئے۔ نہ تجارت میں حصہ رہا نہ تعلیم میں نہ سرکار میں نہ دربار میں ٹھن ٹھن گوپال بن گئے۔ اور برادران وطن کی مہربانیوں سے ایسی پستی کو پہونچ گئے۔ کہ جس سے آگے صرف موت کا ہی دروازہ ہے اور بقول حالی

مسلمانوں کی حالت

وہ ملّت کہ گردوں پہ جسکا قدم تھا — ہر اک کھونٹ میں جس کا برپا علم تھا
وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا — وہ اُمّت لقب جس کا خیر الامم تھا

نشان اس کا باقی ہے صرف اسقدر یاں
کہ گنتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلماں

وگرنہ ہماری رگوں میں لہو ہیں ہمارے ارادونمیں اور جستجو ہیں
دلوں میں زبانونمیں اور گفتگو ہیں طبیعت میں فطرت میں عادتمیں خو ہیں
نہیں کوئی ذرہ نجابت کا باقی
اگر ہو کسی میں تو ہے اتفاقی

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نامِ آبا کو ہم سے گہن ہے ہمارا قدم ننگِ اہلِ وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے

نہ قوموں میں عزت نہ جلسونمیں وقعت نہ اپنوں سے الفت نہ غیروں سے ملت
مزاجونمیں سستی دماغونمیں نخوت خیالونمیں پستی کمالوں سے نفرت
یہی عیب ہے سبکو کھویا ہے جس نے
ہمیں ناؤ بھر کر ڈبویا ہے جس نے

نہ اہلِ حکومت کے ہمراز ہیں ہم نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم
نہ علموں میں شایانِ اعزاز ہیں ہم نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں
نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں

تنزل نے کی ہے بڑی گت ہماری بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے عزت ہماری نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری
ذرا کام غیرت کو فرمائیں گر ہم
تو سمجھیں کہ ہیں مبتذل کسقدر ہم

اے مدعیان اسلام ۔ یہ تو تمہاری حالت ہو گئی۔ اور ہوئی بھی اسی چھوت چھات کی بدولت ۔ مگر جن کے تم دست نگر ہوئے ہو۔ جنکی تو ندوں کو تم نے اپنی محنت کی کمائیوں سے پھلا دیا ہے۔ ان کی حالت سنو۔

ہندو قوموں کی حالت

مگر قوم ہندو ہے اتنی گرامی — خود اقبال ہے آج اسکا سلامی
تجارت میں ممتاز دولت میں نامی — زمانے کی ساینس ترقی کی حامی

نہ فارغ وہ اولاد کی تربیت سے
نہ بیفکر ہے قوم کی تقویت سے

دکان انکی ہے اور بازار اُن کا — بنج اُن کا ہے اور بیوپار ان کا
زمانہ میں پھیلا ہے بیوپار اُن کا — ہے پیر و جوان بر سر کار اُن کا

مدار اہلکاری کا ہے اب انہیں پر
انہیں کے ہیں آفس انہیں کے ہیں دفتر

معزز ہیں ہر ایک دربار میں وہ — گرامی ہیں ہر ایک سرکار میں وہ
نہ رسوا ہیں عادات و اطوار میں وہ — نہ بدنام گفتار و کردار میں وہ

نہ پیشہ سے حرفہ سے انکار ان کو
نہ محنت مشقت سے کچھ عار ان کو

جو گرتے ہیں گر کر سنبھل جاتے ہیں وہ — پڑے زد تو بچ کر نکل جاتے ہیں وہ
ہر اک سانچہ میں جا کے ڈھل جاتے ہیں وہ — جہاں رنگ بدلا بدل جاتے ہیں وہ

ہر اک وقت کا مقتضے جانتے ہیں
زمانے کے تیور وہ پہچانتے ہیں

پس اگر تم ذلت پسند ہی ہو گئے ہو۔ تو یاد رکھو۔ کہ خدا تعالے تم کو دشمنوں کے ہاتھوں سے ہی مٹا کر تمہارے بدلہ میں کوئی ایسی قوم پیدا کر دیگا۔ جو خدا کے فضلوں کی مورد اور سچی مسلمان ہو گی۔ اور وہ ایسے ہونگے کہ زمین آسمان سے انکی شہادت لے گی۔ خدا اور رسول ان سے خوش ہونگے فرشتے انکی مدد کیلئے ہر میدان میں مددگار ہونگے اور ہر ایک شخص انکی تعریف کرتا ہوا کہیگا

کہ یہ ہیں

سچے مسلمان

سب اسلام کے حکم بردار بندے — سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے — یتیموں کے رانڈوں کی غمخوار بندے

وہ کفر و باطل سے بیزار سارے
نشے میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے — کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکامِ دیں پر جھکا دینے والے — خدا کیلئے گھر لٹا دینے والے

ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

کیا یہ تم سے نہیں ہو سکتا۔ کہ تم بیدار ہو جاؤ۔ خبردار ہو جاؤ ہوشیار ہو جاؤ۔ اور اس دن سے ڈر کر کہ خدا کا غصہ بھڑک اُٹھے اپنی حالت سنوار لو۔ ورنہ تم خود ہی سوچو۔ کہ ایسی قوم کے پہلو بہ پہلو رہ کر تم کس طرح ذلیل زندگی گذار کر اسلامی عزت کو قایم رکھ سکتے ہو۔ یاد رکھو۔ جب تک کہ تم میں سِلف ریسپکٹ یعنے خودداری نہ پیدا ہو۔ تم دنیا میں رہنے کے قابل نہیں۔ اور میں یہ تو مان نہیں سکتا۔ کہ تم اتنے ذلت پسند ہو گئے ہو کہ ذلّت کے اسباب اور وجوہات معلوم ہو جانے پر بھی اپنے لئے ذلیل بن کر رہنا ہی منظور کرو۔ ضرور ہے۔ کہ تم دوسری راہ پر قدم رکھنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو گے۔ اور خودداری اختیار کر کے اپنی آبرو اور اسلام کی عزت کو دنیا میں قایم کر دو گے۔ اور برادرانِ وطن کو یہ دکھا دو گے۔ کہ جن کو تم نے اپنے سے ادنیٰ خیال کر کے ہر ایک ذلّت اُن کے حق میں روا رکھی تھی۔ وہ ادنیٰ اور ذلیل نہیں ہیں۔ خدا کرے کہ یہی تمہارے خیال ہوں اور یہی تمہارے ارادے۔ آمین ؛

اب تم کو کیا کرنا چاہیئے؟

میں نے حسب ضرورت وگنجائش مضمون اوپر کھول کر بتا دیا ہے کہ چھوت چھات نے مسلمانوں کو دینی اور دنیوی مالی اور اقتصادی نقصانات کے علاوہ چوہڑے چماروں۔ کتّوں۔ سوروں سے بھی بد تر بنا دیا ہے۔ اور یہ ایسی صاف بات ہے۔ جس کے لئے فلسفیانہ دلائل اور منطقی اشکال پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کو ایک کم سن بچے اور بوڑھے دہقانی کے آگے بھی بیان کرو۔ تو وہ بھی فوراً سمجھ جائیگا۔ کہ واقعی ہندوؤں نے مسلمانوں کو ذلیل کرنے کی غرض سے ہی چھوت کا مسئلہ نکالا ہے۔ کیا یہ سمجھنا کوئی مشکل بات ہے۔ اور اس کے لئے کسی بڑی علمی دلیل کی حاجت ہے۔ کہ ہندو قوم تو وہ ہے۔ جس کے ہاتھ سے تمام مسلمان پکی ہوئی چیزیں لے کر کھا لیتے ہیں اور پانی لے کر پی لیتے ہیں۔ دوسری قوم مسلمان ہے۔ جس کے ہاتھ کا چھوا ہوا کھانا پانی کوئی ہندو نہیں کھاتا اور پیتا۔ تو بتلاؤ۔ کہ دونوں میں سے افضل کون ہوا؟ ظاہر ہے کہ وہ اعلےٰ ہوئے۔ جن کے ہاتھ سے مسلمان لیکر کھا پی لیتے ہیں۔ اور مسلمان ادنےٰ ہوئے۔ جن کے ہاتھ سے وہ کھاتے پیتے ہیں۔ اب بتاؤ۔ ایسی بیّن بات کا سمجھنا بھی کوئی مشکل اور کسی دلیل کا محتاج ہے۔ اور پھر اس پر اور طرّہ یہ ہے۔ کہ مذہباً ہمسایہ قوم کی یہ صورت ہے۔ کہ وہ تم سے افضل نہیں:

(۱) بعض اُن میں سے وہ ہیں۔ جو خدا کے سرے سے ہی منکر ہیں۔ جیسے جینی اور دیو ماجی:

(۲) بعض اُن میں سے وہ ہیں۔ جو انبیاء اور الہامی کتابوں کے منکر ہیں جیسے برہم سماجی:

(۳) بعض اُن میں سے وہ ہیں۔ جو مخلوق کی پرستش کرتے ہیں۔ یہاں تک۔ کہ

عورت و مرد کے شرم گاہ تک کے پجاری ہیں جیسے سناتنی قدیم ہندو بت پرست
(۴) بعض اُن میں سے وہ ہیں۔ جو خدا کے ساتھ دو چھوٹے خدا اسے مددگار
روح اور مادہ مانتے۔ اور شرک فی الذات اور شرک فی الصفات کر کے
مشرک بن گئے۔ جیسے آریہ سماجی دیا نندی ؛
اور یہ سب کے سب تمام انبیاء کے منکر اور مکذّب اسلام کے دشمن مسلمانوں
کے خونخوار ہیں۔ یہ اُن کی مذہبی حیثیت ہے۔ پس اس حیثیت سے بھی غور
کر کے دیکھو۔ تو ایک ہندو اور ایک چوہڑے۔ چمار۔ اور سانسی میں کوئی
فرق نہیں۔ تکذیب میں ہر دو کی یکساں حالت ہے۔ جس طرح چوہڑے
چمار۔ سانسی۔ انبیاء کے منکر اور مکذب اور خدا کی کتابوں کے منکر و مکذب
او بت پرست مخلوق پرست ہیں۔ ویسے ہی ہندو بلکہ ہندو اُن سے بہت چڑھ
کر خدا ئے اسلام۔ نبی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کتاب اسلام کے
دشمن اور مسلمانوں کے لئے آستین کے سانپ ہیں۔ دن رات اسلام اور
مسلمانوں کے مٹانے اور برباد کرنے کی دُھن میں لگے رہتے ہیں۔ چوہڑے
چمار وغیرہ تو یہ باتیں کرتے بھی نہیں۔ ان کو تو اسلام اور مسلمانوں سے
اس درجہ کی عداوت اور مخالفت نہیں۔ اس لحاظ سے تو ان ہندوؤں سے
یہ چوہڑے چمار ہی مسلمانوں کے نزدیک اچھے ہیں۔ بتاؤ کسی چوہڑے۔ کسی
چمار۔ کسی سانسی نے آج تک کوئی تحریر کوئی تقریر اسلام اور بانئ اسلام
کے خلاف لکھی یا کی ہو ! جس میں تمام انبیاء، اسلام اور مسلمانوں کو گندی
سے گندی گالیاں دی ہوں۔ لیکن کیا تم نے ہندوؤں کی وہ کتابیں جو
اسلام اور نبی آخر الزمان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لہجہ
میں تصنیف کر کے اس قدر دشنام دہی کی ہے۔ جو کسی چوہڑے چمار سے
کبھی سرزد نہ ہو۔ نہیں دیکھی سنی۔ کیا حملہ ہند۔ صمصام ہند۔ تحفۃ الاسلام
اندر بجر۔ پاداش اسلام۔ اصول دین احمد۔ سولت ہند وغیرہ۔ اندر من

مرادآبادی کی کتابیں اس امر کی گواہ دنیا میں موجود نہیں ؟ پھر اس کے بعد اس نااہل گروہ آریہ نے جس قدر زہر اسلام کے خلاف اُگلا ہے۔ اس کا تھوڑا سا نمونہ ہم نے اپنی جدید تصنیف "انیسویں صدی کا مہرشی" نامی میں ان کے گورو دیانند کی صرف ستیارتھ پرکاش سے نقل کر دیا ہے۔ وہاں دیکھ لو۔ یا اصل کتاب ستیارتھ پرکاش کا تیرھواں [۱۳] اور چودھواں [۱۴] باب خود ملاحظہ کر لو۔ جس میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا یاں ہاں مسلمانوں کے خدا نہیں نہیں تمام جہان کے پیدا کرنے والے کو۔ لعنتی اور شیطان کا بڑا بھائی۔ فریبی دھوکہ باز۔ جعلساز۔ شعبدہ باز وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اور مسلمانوں کے جان و مال اہل و عیال ماں اور باپ عزت اور آبرو سے زیادہ عزیز اور تمام انبیاء کے پیشوا خدا تعالےٰ کے کامل مظہر شفیع المذنبین خاتم النبیین امام المرسلین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ فداہ ابی و امی الف الف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذاللہ ڈاکو۔ شہوت پرست۔ گوکلیہ گوسائیں۔ موذی۔ خود غرض۔ ظالم زانی وغیرہ کہکر اپنی بدفطرت کا ثبوت دیا ہے۔ کیا تم نے کسی چوہڑے چمار سے بھی اس قسم کی گالیاں سُنی ہیں۔ یا کسی کتاب میں ان کی طرف سے شایع ہوئی ہیں۔ پھر موسےٰ علیہ السلام کو چور۔ بدکار۔ دروغگو۔ زناکار لکھ کر مسلمانوں اور عیسائیوں کے دلوں کو زخمی کرنے والا سوائے دیانند (علیہ ما علیہ) کے کسی چوہڑے چمار کو بھی دیکھا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ پھر بتاؤ۔ کہ ہندوؤں کو چوہڑوں سے بدتر سمجھنے کے تم کیوں مکلّف نہیں۔ کیا۔ محمدؐ کی صفائی۔ سرچشمہ قرآن اسلامی درگت۔ صورت حرام۔ عقائد اسلام پر عقلی نظر۔ فرمان مقدس یا قرآن ثانی۔ قباحت الشفاعت۔ گپاشک محمدی۔ فلسفہ محمدی۔ علمائے اسلام کو سوالات اسلام میں نجات۔ حلال حرام۔ السورت مثل القرآن۔ اسلام کے بانی کی کہانی اللہ میاں کا حلیہ وغیرہ سینکڑوں رسالے جو آریہ سماج کی طرف سے اسلام کے خلاف نکل چکے ہیں۔ جن میں انسانیت سے گذر کر وہ حیوانیت دکھائی گئی ہے

کہ اگر ان کا ایک ایک نمونہ یہاں نقل کروں۔ تو ممکن نہیں کہ مسلمانوں کے جگر پاش پاش نہ ہو جاویں۔ بتلاؤ کسی چوہڑے چمار کی طرف سے بھی اسلام اور مسلمانوں کی یہ مخالفت ہوئی ہے۔ پس بوجوہات بالا اگر انصاف سے اور تدبر سے کام لیا جائے۔ تو چوہڑے چمار اس قدر دشمن اسلام نہیں جتنے یہ دھاتما پرش اپنے آپ کو اعلےٰ خیال کرنے والے ہندو ہیں۔ ان واقعات کی موجودگی میں کس طرح ہندوؤں کو چوہڑوں اور چماروں سے بہتر سمجھا جائے۔ کیا یہ حیرت اور تعجب کا مقام نہیں۔ کہ مسلمان چوہڑوں اور چماروں سانسیوں اور سیگوں کے ہاتھ کا چھوا ہوا اور پکا ہوا نہ کھائیں اور ان کو ذلیل سمجھیں۔ مگر ان ارذل اخلاق والوں کے ہاتھ کا پکا ہوا۔ شوق اور ذوق سے نہیں بلکہ گرہ سے پیسے خرچ کر کے خرید کر کھالیں۔ پھر اُن میں اور اِن میں کوئی فرق نہ بتا سکیں؟

غور تو کرو! یہودی ایک وہ قوم ہے۔ جس کو معزز لقب "یہودی" کا اس وجہ سے دیا گیا تھا۔ کہ وہ بڑے دیندار پارسا تھے۔ وہ خدا کو مانتے تمام رسولوں کو مانتے۔ کتابوں کو مانتے۔ فرشتوں کو مانتے۔ حشر نشر قیامت کو مانتے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند رہتے تھے۔ خدا نے ان پر بڑے بڑے انعام کئے تھے۔ مگر صرف دو انبیاء کے انکار سے یعنی عیسےٰ علیہ السلام اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہونے پر مقبول سے مردود۔ منعم علیہ سے ملعون۔ افضل ہوتے ہوئے مغضوب بن گئے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی مسلمان ہندوستان میں کسی یہودی کے ہاتھ کا چھوا ہوا اور پکا ہوا کھا لے تو مطعون ہو جائے۔ لعنت ملامت کا نشانہ بن جائے۔ حالانکہ شریعت نے ان کا کھانا جائز رکھا ہے۔ ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا ہے۔ مگر صرف اس وجہ سے کہ وہ دو جلیل القدر انبیاء کے منکر ہو گئے۔ مسلمانوں میں غلطی سے یہ رواج ہو گیا۔ کہ ان کے ہاتھ کا کھانا پینا مسلمانوں نے بمنزلہ حرام کے

سمجھ لیا۔ جب دو انبیاء کے منکروں کے ساتھ تمہاری چھوت چھات کا یہ حال ہو گیا۔ تو جو تمام انبیاء کے منکر۔ تمہارے خدا کے منکر۔ تمہاری کتابوں کے منکر۔ فرشتوں اور حشر نشر کے منکر ہوں۔ ان کے ہاتھ کا کھانا پینا تم کس طرح پسند کرتے ہو۔ اگرچہ مذہباً گو ہمیں ان کا کھانا پینا ناجائز نہ ہو۔ مگر اخلاقاً غیرت اسلامی کا تقاضا ہے۔ کہ ایسے لوگوں سے چھوت چھات کی جائے؛

اور سنو! عیسائی قوم تمام رسولوں۔ کتابوں۔ فرشتوں قیامت کو ماننے والی ہے۔ وہ ایک نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے انکار کی وجہ سے ضالین میں داخل ہو گئی۔ تو تم نے ان کے ہاتھ سے کھانا پینا ایسا گناہ سمجھا۔ کہ جو مسلمان انڈیا میں کسی عیسائی کا پکایا ہوا یا ہاتھ لگایا ہوا کھا پی لے تو اس کو کفر کا مرتکب اور نہایت حقیر اور گنہ گار سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ بروئے شرع اسلام میں عیسائیوں کا طعام حلال ہے۔ اور صفائی کے اعتبار سے وہ ہندوؤں سے اس قدر افضل اور اعلےٰ ہیں۔ کہ ہندو نے کبھی خواب میں بھی ایسی صفائی نہیں دیکھی ہو گی۔ مگر تم ان کا نہیں کھاتے۔ اور ایک اس شخص کا جو آدم سے لے کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء اور کتابوں کا منکر اور تمام شریعتوں کا مکذب ہے۔ اس کے ہاتھ کا کھا لیتے ہو۔ باوجودیکہ عیسائی مسلمانوں سے بالکل قریب ہیں۔ اور ہندو بالکل دُور؛

اگر کہو۔ کہ ہندو اہل کتاب ہیں۔ ویدوں کو آسمانی کتاب مانتے اور الہام کے قائل ہیں۔ اس لئے ان کے ہاتھ سے ہم کھا پی لیتے ہیں۔ گو مذہباً ہم یہ بحث نہیں کرتے۔ مگر یہ دلیل تو نہایت کمزور ہے۔ اوّل تو اس لئے۔ کہ یہودی اور عیسائی تو مسلمہ اہل کتاب ہیں۔ جن کے اہل کتاب ہونے پر قرآن مجید ناطق ہے۔ اور ویدوں کے کتاب ہونے پر قرآن شریف کی گواہی ہے۔ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صحیح اور صریح کوئی حکم۔ تاہم ہمارا اعتقاد ہر

کہ ہندو ابتدا میں ضرور کسی الہامی کتاب کے پیرو ہونگے۔ لیکن جینی دیو سماجی۔ برہم سماجی تو کسی کتاب کو بھی نہیں مانتے۔ مگر ہیں وہ بھی ہندو کیا ان کے ہاتھ کا مسلمان نہیں کھاتے ؟ کھاتے ہیں اور ضرور کھاتے ہیں۔ پھر یہ دلیل تو ناقص رہی۔ بات اصل یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کے ہاتھ کے کھانے کا رواج ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ معیوب نہیں سمجھا جاتا اور اور عیسائی۔ یہودیوں کے ہاتھ سے کھانے کا اس ملک میں رواج نہیں جس کی وجہ سے وہ گنہ اور عیب خیال کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ بزرگوں کو قبلہ اور کعبہ کہنے کا رواج ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ جائز سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مدینہ اور بیت المقدس کسی کو کہنے کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے یہ بیہودگی اور جہالت سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ بات دونوں طرح یکساں ہے جیسا قبلہ و کعبہ ایک بیجان مقدس مقام کا نام ہے۔ ایسا ہی بیت المقدس اور مدینہ منورہ مقامات مقدس کا نام ہے۔ مگر قبلہ و کعبہ کہنے کا رواج ہو گیا ہے۔ اور بیت المقدس کہنے کا رواج نہیں ہوا۔ اس لئے وہ جائز اور یہ ناجائز۔ ایسا ہی شراب خوری کی چونکہ بدقسمتی سے بعض نام کے مسلمانوں کو عادت ہو گئی ہے۔ اس کو برائے نام عیب اور گنہ اور شرعی جرم خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس پر وہ لے دے اور اظہار نفرت نہیں ہوتا جو خدانخواستہ ایک مسلمان نام رکھانے والے سے اگر سوٗر کھا لے ہوتا ہے۔ کہ اس کو اس قدر ذلیل اور مطعون اور سزا کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ جس کی حد نہیں۔ یہ کیوں ! اس لئے کہ شراب خوری کا رواج ہو گیا ہے اور سور خوری کا نہیں۔ ورنہ دونوں کی حیثیت ایک ہی ہے۔ جیسے سوٗر حرام ہے۔ ویسی ہی شراب حرام ہے۔ پس یہ امر سمجھنا کہ چھوت چھات سے مسلمانوں کی صریح ذلت ہوتی ہے۔ کوئی مشکل نہیں۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ جو جسکے ہاتھ سے کھا لیتا ہے۔ وہ اس کو افضل سمجھتا ہے۔ اور جو جس کے

ہاتھ سے نہیں کھاتا۔ اس کو وہ فضول اور اپنے سے کمتر جانکر اور ادنےٰ اخیال کر کے نہیں کھاتا۔ حالانکہ کھانے والا مسلمان ہر نظر سے مذہبیاً اور عملاً نہ کھانے والے ہندو سے افضل ہے۔ پاکی و طہارت میں اعلےٰ ہے۔ تہذیب و شائستگی میں بڑھیا ہے۔ اور نہ کھانیوالا ہندو ہر شان میں مذہبی ہو یا عملی پاکیزگی ہو یا شائستگی فضول ہے ادنیٰ ہے۔ گھٹیا ہے۔

اے مدعیان اسلام

خوب سمجھ لو۔ کہ آج ضروریات مذہبی اور سیاسی داعی ہیں۔ کہ مسلمان ہندوؤں سے اُسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر چھوت چھات کریں جس طرح ہندو کرتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں اور خاصکر ملکانوں راجپوتوں میں جو یہ احساس پیدا ہو گیا ہے۔ کہ ہم ہندوؤں سے ذلیل ہیں دور ہو جائے۔ اور وہ اپنی عزت اور اسلام کی برتری کو سمجھیں۔ اور ہندوؤنکو قدر عاقبت معلوم ہو۔ کہ مسلمانوں کو اُن کے چھوت چھات کرنے سے کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی دوکانیں کھل جائیں جو یقیناً ہندوؤں کی نسبت صفائی اور پاکیزگی سے کام کرینگے اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو ہم مستقبل قریب میں دیکھ رہے ہیں۔ کہ مسلمان اپنے مال اور دولت اور عزت کو ہندوؤں کے ہاتھ پر قربان کر دینگے۔ اور پھر سر پہ ہاتھ رکھکر روئینگے۔ وقت ہے۔ کہ مسلمان بیدار ہوں اور ہندوؤں سے چھوت چھات شروع کر دیں۔ تاکہ یہ ذلت کا داغ جو مسلمانوں کے ماتھے پر لگ گیا ہے۔ دور ہو ۞

مسلمانو! اب بھی اگر ہم اپنی امداد آپ نہ کریں تو صد حیف ہے گو ہمارا مذہب اس قدر تنگ دلی کی ہمیں اجازت نہیں دیتا۔ مگر

بایں حالات نفرت اور ابرادران وطن کی تنگدلی کی وجہ سے اقتصادی رنگ میں بھی ہمارا فرض اولین ہے۔ کہ ہم ہر ایک دشواری اور تکلیف کو پورے استقلال اور ہمت سے برداشت کر کے جس طرح بھی ہو اپنے آپ سے امداد لیں۔ اور دھڑا دھڑ مختلف اشیاء کی دکانیں کھول کر برادران وطن کو جتا دیں۔ کہ بہت اچھا ہم آپ کا گذشتہ عنایات کے مشکور رہ کر اب اپنے دوش ہمت پر بار ضروریات رکھ کر دیکھتے ہیں کہ کہاں تک آسانی کے ساتھ ہم اس کے کفیل ہو سکتے ہیں ؛

یہ بھی گو ہمارا نیا تجربہ ہو گا۔ مگر خدا کے بھروسہ پر دیکھیں توسہی۔ اس سے پہلے ہمارے شیعہ بھائی صاحبان مسلمان ہو کر اس طریق عمل کے بڑی پابندی کے ساتھ عادی ہیں۔ اور ان کی سب ضروریات بغیر ہندوؤں کے پوری ہو رہی ہیں۔ اور ان کو کوئی تکلیف نہیں ہے وہ گو خشک اشیاء شاید ہنود سے لے لیتے ہیں۔ مگر اب ہم سب ملکر اور بھی وسعت سے یہ تجربہ کر کے دیکھیں۔ اس میں کسی ہندو کو برا منانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ایک بڑی حد تک کاروباری زندگی جدا ہو گی۔ تو ہمارے ساتھ میل جول سے ان کو اپنے مذہب کی پابندی سے روز روز گنہ گار ہونے اور بغیر غسل کئے کھانا کھانے کی بھی تکلیف نہ ہو گی ؛

ہندو صاحبان نے ہماری اس تحریک پر جو مسلمانوں کی دینی و دنیوی بہبودی پر مبنی ہے۔ نہایت پریشانی اور گھبراہٹ کا اظہار کیا ہے۔ جس سے ہندو پریس کی سراسیمگی ظاہر ہے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ہندو صاحبان کو اس تحریک سے تلملاہٹ کیوں ہوتی ہے یہ ایک اقتصادی مسئلہ ہے۔ اور ہر قوم کو حق حاصل ہے۔ کہ اپنی ترقی کی راہ میں جس چیز کو مضر خیال کرے۔ اسے ہٹا کر دور کر دے۔ پھر

اس تحریک کو ہندو مسلم اتحاد کا دشمن قرار دینا واقعات اور مشاہدہ کے سراسر خلاف ہے۔ آٹھ سو سال سے برابر ہندو مسلمانوں سے چھوت چھات کر رہے ہیں۔ مگر باہمی اتحاد میں فرق نہیں آیا۔ آج وہی چھوت چھات اگر مسلمان اپنے برادران وطن سے سیکھ کر کرنے لگیں۔ تو کیوں اتحاد میں رخنہ پڑنے لگا۔ عجیب بات یہ ہے۔ کہ ہندوں کی چھوت چھات تو اتحاد کی جان ہو۔ اگر وہی ہتھیار اگر مسلمان استعمال کرنے پر آمادہ ہو۔ تو اتحاد کی گردن کٹ جائے۔ اینچہ بوالعجبی است۔

ہم کھول کر کہتے ہیں۔ کہ ہماری یہ تحریک محض مسلمانوں کی اقتصادی اور اخلاقی بھلائی کے نقطۂ خیال سے ہے۔ چھوت نے جہاں مسلمانوں کے مال پر حملہ کیا ہے۔ وہاں ان کے اخلاق کو بھی بگاڑا ہے۔ ان میں خودداری کا مادہ رہا ہی نہیں۔ اور وہ غیرت جو اپنے مذہب کے لئے چاہیئے تھی بالکل گم ہو گئی ہے۔ ان میں جذبات کی غلامی اور عادت کی پابندی پیدا ہو رہی ہے۔ اب جب کہ ان میں یہ تحریک جاری ہوئی ہے تو ایک طرف ان میں یہ اقتصادی اور تجارتی روح کام کر رہی ہے۔ دوسری طرف خودداری کے جذبات کام کر رہے ہیں۔ تیسری طرف انہیں اپنے جذبات پر ضبط کی قوت آ رہی ہے۔ مثلاً ایک مسلمان دیکھتا ہے۔ کہ اسے بھوک لگی ہے۔ اور کوئی چیز کھانے کے لئے بجز ہندوؤں کی پوریوں کے نہیں مل سکتی۔ تو وہ بھوک پر غالب آنے کی کوشش کرے گا۔ بے صبری سے کام نہ لے گا۔ اور جب تک مسلمان کے ہاں سے کوئی چیز نہ ملے استعمال نہ کرے گا۔ پس اس طرح ضبط علی النفس کی قوت ترقی کریگی۔ کیونکہ ضبط علی النفس نہ ہو۔ تو انسان عالی حوصلہ اور بلند خیال نہیں ہو سکتا پس ہندوؤں سے چھوت کا مسئلہ اس وقت کے لحاظ سے ایک بیش قیمت خزانہ ہے۔ اگر مسلمانوں نے اب اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر کبھی نہیں

کوئی موقعہ نہیں ملے گا۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ اس تحریک پر لبیک کہکر اُٹھو۔ اور ہندوؤں سے اسی طرح چھوت کرو۔ جس طرح بھنگیوں اور چماروں سے کرتے ہو ؛

غور کا مقام ہے۔ جب چماروں تک کو مسلمان کی روٹی کھانے سے ہندو روک رہے ہیں۔ تو مسلمانوں کے لئے ہندوؤں کی مٹھائیاں قیمتاً خرید کر کھانا کہاں تک جائز ہیں۔ کیا مسلمانوں میں اتنی بھی غیرت نہیں۔ کہ وہ ہندو جن کی نگاہ میں مسلمان چماروں سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل ہیں۔ ان کے ہاں کی چیزیں قیمتاً خرید کر اور انہیں استعمال کرکے اپنی ذلت کا آپ ثبوت بہم پہونچائیں ؛

دیکھو! روزمرہ کی اشیا خوردنی پر اگر دو آنہ فی کس یومیہ سمجھا جاوے۔ تو مسلمانوں کی مردم شماری ہندوستان میں سات کروڑ سے زیادہ ہے۔ تو قریب ۸۸ لاکھ روپیہ روزانہ ان برادران گرامی قدر کے خزانوں میں جاتا ہے۔ جو تم کو "ملیچھ" کے رذیل خطاب سے مخاطب کرکے کتے سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔ اب تم سوچ لو۔ کہ جس قوم کا اس قدر ہر روز روپیہ حریف قوم کی جیبوں میں چلا جائے۔ وہ کس طرح حریف کی ہم پلہ بن سکتی ہے ؛ پس اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اسی ایک چھوت چھات نے ہماری مخالف قوم کو فارغ البال اور ہمیں خستہ حال کر دیا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ کچھ عرصہ اور ہماری غفلت کا یہی حال رہا تو دیکھ لینا کہ بدن پر کپڑا بھی باقی نہ رہے گا ؛

یاد رکھو! اگر تمہارے برادران وطن تمہارا آب و دانہ بند کرنے لگیں۔ تو ایک دن ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ نہ تم کو پیٹ بھرنے کے لئے آٹا ملے۔ اور نہ شکم سیری کے لئے دانہ جس کو بھنا کر ہی دن بسر کرو۔ نہ ہنڈیا کے لئے نمک اور نہ چراغ کے لئے تیل۔ مٹھائی۔ پوری۔ دودھ دہی

پکوڑے تو رہے درکنار تم کو جینا محال ہو جائے۔ کیونکہ یہ سب کچھ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اگر آٹا دانہ بند کر دیں۔ تو تم کہیں کے بھی نہ رہو گے۔ اور انہوں نے ایسا ضرور کرنا ہے۔ اگر یقین نہیں تو سن لو۔ میں تمہیں اُن کے ارادوں سے اطلاع دیتا ہوں :۔

ہم نے تین ماہ سے متواتر باجازت اپنے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ احد پنجاب کے بڑے بڑے مقامات میں جلسہ کر کے ہزاروں کے سامنے اپنے برادران اسلام میں اس تحریک کے کہ وہ ہندوؤں سے اس طرح چھوت چھات کریں۔ جس طرح ہندو ان سے کرتے ہیں۔ اور اپنی ہر قسم کی دوکانیں کھولیں۔ اپنی سب ضروریات کی تجارت اپنے ہاتھ میں لیں۔ لیکچر دیئے۔ چنانچہ راولپنڈی۔ لاہور گجرات ملتان۔ سرگودہا۔ گوجرہ۔ قصور۔ لائل پور وغیرہ وغیرہ مقامات میں اس تحریک کو امید سے بڑھ کر قبولیت اور کامیابی ہوئی۔ تو اس پر ہندو وُں اخبارات نے ناخنوں تک زور لگا کر میری مخالفت کی۔ گورنمنٹ کو دھوکہ دینا چاہا اور حکام کو بدظن کرنیکی کوشش کی۔ کہ میر قاسم علی بدامنی پھیلاتا۔ اور ہندو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتا ہے۔ اس کو گورنمنٹ اور حکام فوراً گرفتار کریں۔ اس کی ضمانت لیں۔ اس کو دار پر چڑھادیں۔ اس کو جلا وطن کردیں یہ گردن زدنی ہے۔ کیوں اس کے لیکچر بند نہیں کر دیئے جاتے۔ غرض کہ ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا۔ اور یہ سمجھ لیا۔ کہ حکام اور گورنمنٹ انگریزی گویا ویسی ہی ظالم اور بے خبر اور نادان ہے۔ جیسے کہ آریہ راجہ ہوا کرتے ہیں۔ کہ جس کا گلا موٹا دیکھا۔ اس کو پکڑ کر سولی دیدیا بہر حال ان عدم تعاونیوں نے میرے لئے گورنمنٹ پنجاب سے تو تعاون کر لیا مگر وے برحال ایشاں کے اب تک خدا کے فضل سے اپنے منصوبوں میں نامراد ہی رہے۔ اور انشاء اللہ تاحیات رہینگے۔ کیونکہ اپنی قوم کو

مضرات سے بچنے کی تحریک کر کے مفادات کی طرف لے جانا۔ اور اپنے خیالات اور اپنے نقصان و نفع کو بیان کر کے نقصانات سے بچانے اور قومی ترقی کے راہ میں جو رکیں ہوں۔ ان کو دور کرنے کی تحریکیں کرنا۔ اور اپنی قوم کو تجارت کی رغبت دلانا اور اپنے مال کو غیروں کے صندوقوں میں جانے سے بچانے کی تدبیر پیش کرنا نہ قانوناً جرم ہے نہ عرفاً گنہ ہے۔ نہ عقلاً قابل مؤاخذہ ہے۔ اگر میں مسلمانوں کو کہتا ہوں۔ کہ چھوت چھات نے تم کو مفلس کر دیا ذلیل کر دیا۔ حقیر بنا دیا۔ تمہارے اخلاق بگاڑ دیئے۔ اس لئے تم بھی اس نسخہ کو اس قوم کے ساتھ استعمال کرنا شروع کر دو۔ جس نے تم سے آٹھ سو سال سے یہ سلوک جاری رکھا ہوا ہے۔ تاکہ تم باعزت بن جاؤ۔ مال دار ہو جاؤ اپنا پیسہ بچاؤ۔ تجارت میں حصہ دار ہو جاؤ۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ کون سا اخلاقی یا قانونی جرم ہے۔ جو گورنمنٹ یا حکام قاسم علی کو اس سے روک دیں۔ اور اُسے جیل میں بھیجدیں۔ دیکھو "جاگرت" لائل پور اور پرتاپ و کیسری وغیرہ اخبارات جن میں افترا اور جھوٹ بول بول کر زمین و آسمان سر پر اٹھا لیا ہے۔ کہ میر قاسم علی آریوں کو بہت تنگ کر رہا ہے ؂

ہندوؤں کی مسلمانوں کو دھمکی

لائل پور کا بت پرست ایڈیٹر فیاض چھوت چھات کی تحریک پر مسلمانوں کو وہ دن یاد کراتا ہے۔ جس کا میں نے اوپر ذکر کیا کہ اگر مسلمان آج تجارت میں آگے نہ بڑھیں گے۔ تو ایک دن بھوکے مر جائیں گے۔ چنانچہ "جاگرت" میں لکھا ہے۔ کہ

"ملکانہ راجپوتوں کی شدھی سے اسلامی اور خصوصاً احمدی کیمپ میں ایک ایسا بمب گرا ہے۔ کہ وہاں ایک زبردست ہل چل مچ گئی۔ پچھلے دنوں میر قاسم علی لائل پور میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور آپ نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے

بائیکاٹ کرنیکی دچھوٹے پر ہزار لعنت۔ بائیکاٹ نہیں بلکہ چھوت چھات کرنے کی۔ فاروقی) زبردست تلقین کرکے بتایا اگر مسلمان ہندوؤں سے پکوڑے کھانا ہی چھوڑ دیں۔ تو مسلمانوں کا ۱۴ کروڑ روپیہ بچ سکتا ہے۔ (دیکھا دروغگو را حافظہ نباشد پکوڑے کھانا چھوڑ دینا بائیکاٹ ہے یا چھوت چھات فاروقی) میرجی! اپنے حال پر رحم کیجئے۔ اور اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑا نہ چلایئے۔ آپ کو تو چند کروڑ روپے کا فکر ہے۔ لیکن اگر آپ کی دیکھا دیکھی ہندوؤں نے مسلمانوں سے بائیکاٹ کر دیا۔

تو آپ کی قوم کا دو چار دن میں ہی دیوالہ نکل جائے گا۔

میرجی! اگر ہندوؤں میں مسلمانوں کے بائیکاٹ کرنے کی تحریک پیدا ہو گئی۔ تو مسلمان رنگریز۔ نائی۔ دھوبی۔ مزدور معمار۔ ترکھان۔ موچی۔ ٹانگوں والے۔ فقیر فقراء۔ مجاور بچارے بھوکے مر جائینگے۔ اور تو اور اگر ہندوؤں نے مسلمان گداگروں کو جو ہندو گداگروں سے بہت زیادہ ہیں۔ اور ہندوؤں سے مانگتے ہیں۔ بھیک دینی بند کر دی تو آپ کی قوم کو قیامت یاد آجائے گی۔

آہ! آپ کے لیکچر کا اتنا برا اثر ہوا۔ کہ ہندوؤں نے مسلمان فقیروں کو جواب دینے شروع کر دیئے۔ اور مجھے ایک (ہندو) شخص نے کہا۔ کہ ہمیں اپنی دکانوں میں صندوقچیاں اور گھروں میں گھڑے رکھ لینے چاہئیں (یہ فیاض صاحب ایڈیٹر جاگرت نے دراصل اپنی طرف سے ہندوؤں کو تجویز بتائی ہے۔ کہ وہ آئندہ ایسا کریں۔ فاروقی) جب کوئی مسلمان فقیر آئے۔ تو مٹھی آٹا یا پیسہ گھڑے یا صندوقچی میں ڈال کر کہہ دیا جائے۔ کہ جاؤ

دیدیا ہے۔ اس طرح سے کم از کم ہر دو کا مدار ۸ ر ماہوار جمع کریگا۔ وہ جابر دل (ہندو بہادروں کی خانگی فوج) کو دان دیا جائے۔ تو بہت بہتر ہوگا۔ گو ہم (فیاض) نے اسے روک دیا کہ یہ باتیں ہندوؤں کی شان کی شایاں نہیں۔ لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ تو کیا حالت ہوگی۔ ذرا اس وقت کے نقشہ کو قوت متصورہ سے دیکھ لیں۔ آپ چودہ کروڑ روپیہ کی بچت کرتے کرتے کہیں ایسا نہ کہ اٹھیں۔ کہ اب ہم تو کمبل چھوڑتے ہیں۔ لیکن کمبل ہی ہمیں نہیں چھوڑتا!!

(جاگرت لائل پور مورخہ ۱۳ ر اگست سنہ ۱۹۲۳ء صفحہ ۶)

مسلمانوں سن لو۔ اور خوب سمجھ لو! یہ ہیں وہ دھمکیاں جو تم کو صرف اس وجہ سے دیجاتی ہیں۔ کہ کہیں سچ مچ مسلمان چھوت چھات کرکے اپنے قدموں پر آپ کھڑے نہ ہو جائیں۔ اور اس چھوت سے کہ ہمارا دانہ پانی ہندوؤں کے قبضہ میں ہی وہ بند کر دینگے۔ تو ہم بھوکے مرجائینگے۔ اس تحریک کو جو مسلمانوں کی حیات دینی اور دنیوی کا حالات موجودہ میں واحد ذریعہ ہے قبول کریں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ مسلمانوں کو ایک کڑے امتحان کا سامنا ہوگا۔ اور اس تحریک پر عمل پیرا ہونے کے لئے بڑی سی بڑی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں گی۔ مگر یہ سب کچھ آسان ہے۔ بمقابلہ اس وقت کے کہ جب واقعی طور پر مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں عدم آباد کو پہنچ جائینگے پھر کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ ابھی وقت ہے۔ کہ سنبھل جائیں۔ جس قدر دیر ہوگی اسی قدر ذلت کی ترقی۔ تجارت کی تنزلی۔ افلاس کی بیشی۔ اقتصادی کمی ہوتی جائیگی۔ اے خدا تو ہی ہماری مدد کر اور مسلمانوں کی آنکھیں کھولدے۔ آمین

آریوں کی قلم سے چھوت چھات کی اغراض

میں نے اس مضمون میں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ چھوت چھات سے ہندوؤں نے بڑے فائدے

حاصل کیئے۔ اور مسلمانوں نے ناقابل برداشت نقصان اٹھائے۔ اور اس چھوت چھات کی غرض سوائے مسلمانوں کو نقصان پہونچانے۔ اور اپنی قوم کو مالدار بنانے اور اسلام میں داخل ہونے سے بچانے کے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں تو اس منحوس، تباہ کن رسم کا نام ونشان نہیں۔ جیساکہ میں مفصل اس پر اوپر لکھ چکا ہوں۔ اب اپنے اس دعوے کی مزید مگر مفصل اور مسلمہ شہادت آریوں کے بزرگ اور مسلمانوں کے دشمن ایک آریہ اخبار سے پیش کر کے ہندوؤں پر اقبالی ڈگری کر دیتا ہوں۔ ناظرین پوری توجہ سے ذیل کا مضمون ملاحظہ فرماویں جو آریہ "اخبار مسافر آگرہ" مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۱۰ء کے صفحہ ۶ پر زیر سُرخی "چھوت چھات پر چند خیالات" شایع ہوا ہے۔ جس کو ایک ہندو نیشنلسٹ نے لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

"چھوت چھات کا مسئلہ بذات خود ویدوں میں کہیں نہیں ہے اور نہ یہ شاستروں کا ہی مسئلہ ہے۔ پرانوں و پرانی سمرتیوں میں بھی اس کا کہیں جواز نہیں ملتا۔ بلکہ جہاں تک اس عجیب وغریب مسئلہ کی زندگی پر غور کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ چھوت چھات بجز مذہبی ومجلسی بائیکاٹ کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور یہ زبردست ہتھیار ہندوؤں کو محض اپنی جاتی (قوم) اپنی تجارت اور اپنے دھرم کی رکھشا کے لیئے اس وقت ایجاد کر کے اپنے ہاتھ میں لینا پڑا ہے۔ جب کہ قسام ازل نے ہندوؤں کو مسلمان حکمرانوں کے ماتحت زندگی بسر کرنے کا حکم دیا۔ جب اورنگ زیب[1] جیسے ظالم ومتعصب مسلمان

[1] اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کو ظالم اور متعصب لکھنے والے جاہل اور انکے

بادشاہوں نے بیکس ہندوؤں کے روبرو اسلام اور موت دونوں پیش کئے

ہمخیالوں کو میں انکے آریہ بھائی کی زبان سے ہی کذاب اور جھوٹا ثابت کر دیتا ہوں مہتہ جیمنی بی۔ اے وکیل لائیل پور نے "اورنگ زیب کی زندگی کا روشن پہلو" نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ جو بار اول ۱۹۲۳ء میں دھرم ویر نے ریفارمر پریس میرٹھ میں طبع کی۔ اور وشنو ساہتیہ بھنڈار میرٹھ نے اس کو شائع کیا۔ جس کا ٹائٹل سجا سکر پریس میرٹھ میں طبع ہوا۔ چھوٹی تقطیع پر ۴۶ صفحہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب کا مصنف بھی آریہ پرنٹر بھی آریہ اور پبلشر بھی آریہ ہیں۔ اس کتاب میں اورنگ زیب رحمتہ اللہ علیہ کو ظالم اور متعصب کہنے والے بے حیا لوگوں کا جواب لکھا ہے۔ کہ

"ہندوؤں کے دل میں اورنگ زیب کی نسبت بہت تعصبانہ خیالات ڈالے گئے ہیں۔ لیکن اگر ان کے سامنے اُس زمانہ کی مالی آسودگی اور ترقی ہندوستان کا اصلی پہلو پیش کیا جائے۔ تو انہیں معلوم ہوگا۔ کہ ہندوؤں نے اُس زمانہ میں کسقدر ترقی کی۔ کیا بلحاظ علم اور کیا بلحاظ اخلاق اور کیا بلحاظ مال و دولت کسقدر اعلیٰ ترقی کی تھی۔ اور اب اس مقابلہ میں ہندوؤں کی حالت کس قدر گر گئی ہے" ص۵

او ظالم آریہ مہاشو! دیکھو یہ تمہارا ہی بھائی تمہاری کیسی کھلی تردید کر رہا ہے۔ اور بتا رہا ہے۔ کہ اورنگ زیب رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو ان محسن کش احسان فراموش ہندو قوم نے عروج حاصل کیا تھا۔ آج اس کے مقابلہ میں گری ہوئی حالت کو یہ قوم پہنچی ہوئی ہے۔ سنو اورنگ زیب کیسا تھا۔ جیمنی جی لکھتے ہیں۔ کہ

"وہ بڑا باانصاف حاکم تھا۔ عدالت کرتے ہوئے کسی کی رو رعایت نہیں کرتا تھا۔ وہ امور سلطنت میں مذہبی تعصب سے بری تھا۔ وہ ہر طرح اپنی رعایا کی بہبودی اور خوشحالی چاہتا تھا۔ اور رعایا کو امانت الٰہی سمجھا کرتا تھا۔ اس نے مالگذاری کے نصف حاکم ہندو اور نصف مسلمان مقرر کئے" ص۳۷

کو قبول کرنے کے لئے ساتھ ہی ساتھ رکھدیا۔ اس وقت ہندو دل آزاری

بقیہ حاشیہ۔ او احسان فراموشو! اسی اورنگ زیب کو تم متعصب اور ظالم کہتے رہتے ہو۔ حیا کرو۔ شرم کرو! دیکھو وہ تمہارا خیالی متعصب بادشاہ ایک پانچہزاری منصبدار محمد آمین خاں کی ایک نامعقول درخواست پر حکم دیتا ہے۔ کہ

"امیر سلطنت را بہ مذہب چہ نسبت و کارہائے سلطنت را بہ تعصب چہ دخل۔ لکھر دینکمر دلی دین" ص ۱۳۵

کیا اورنگ زیب کو تم اس لئے ظالم کہتے ہو۔ کہ اس نے "دسمبر ۱۶۶۳ء میں ستی ہونیکی رسم بند کردی تھی" ص ۵۶ آخر اُس نے تم پر کیا ظلم کیا تھا!

لو ایک دوسری گواہی بھی سن لو! یہ گواہ بھی تمہارا آریہ بھائی ہے۔ جس کا نام سنت رام آریہ ہے۔ جس کا تخلص آشفتہ ہے۔ جو ایک ماہوار رسالہ دھرم بیر لاہور کا ایڈیٹر ہے اُس نے ایک مضمون "ہندو جاتی اور سکھ گورو" اپنے رسالہ دھرم ویر میں کئی نمبروں میں نکالا۔ پھر اس کو ٹریکٹ کی شکل میں راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور میں بار اوّل طبع کرا کر شائع کیا۔ اس میں وہ لکھتا ہے۔

"کیا اورنگ زیب نے ایسا کوئی حکم دیا۔ کہ تمام ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا جاوے۔ اگر اور کسی جگہ نہیں۔ تو کیا کشمیر کیلئے اس کا کوئی پروانہ جاری ہوا ہے؟"

اس سوال کا مندرجہ ذیل جواب دیکر پھر ایک ظالم اور محسن کش افترا باز آریہ ہندو کے منہ پر تھوکتا ہے۔

"جواب۔ تمام ہندوستان کی تواریخ کی پڑتال کریں۔ اورنگ زیب کے اوّل سے آخر تک حالات پڑھیں۔ اور اس کے عہد کے واقعات کا بغور مطالعہ کریں۔ کہیں نظر نہیں آئیگا۔ کہ اورنگ زیب نے کوئی اس قسم کا حکم دیا۔ نہ ہی مسلمان مورخوں نے اُس کا ذکر کیا۔ اور نہ ہی یورپین

اپنی جاتی اور دہرم کی رکھشا (حفاظت) کا بجز اس کے اور

بقیہ حاشیہ۔ سیاحوں نے لکھا ہے کہ مشہور یہ ڈومو گر کے آزاد مصنف مسٹر نکولاس منوچی جو شاہجہان سے لیکر شاہ عالم کے زمانہ تک مغلیہ دربار میں رہا۔ اور جس نے اورنگ زیب کی ہر ایک حرکت اور چھوٹے سے چھوٹے ظلم کو بھی قلمبند کرنے سے نہ چھوڑا۔ اس کی کتاب میں بھی اس واقعہ کا نام نشان نظر نہیں آتا۔

اورنگ زیب پنجاب۔ بنگال۔ بہار۔ یوپی۔ اور دکن کے باشندوں کو جبراً مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہتا۔ اورنگ زیب اگر ہندوؤں کو جبراً مسلمان کرنا چاہتا تھا۔ تو سب سے پہلے اس کو ضروری تھا۔ کہ وہ اپنے دربار کے اراکین راجہ جے سنگھ اور مہاراجہ جسونت سنگھ وغیرہ اور ہزاروں ان راجپوتوں کو جو اس کی فوج میں ملازم تھے۔ مسلمان کرتا لیکن واقعات بتلاتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوا۔

ہم ڈنکے کی چوٹ سے لکھتے ہیں۔ کہ جو کچھ وہ کرتا تھا۔ اور اس نے کیا۔ وہ سب ہوس ملک گیری سے مجبور ہو کر کیا۔ مذہبی تعصب یا اشاعت اسلام کا خیال ہرگز ہرگز اس کی تہ میں کام نہ کر رہا تھا" فقط!

دیکھو او "جاگرت" کے خفتہ بخت ایڈیٹر اور سن لے۔ او شاہان اسلام کو ظالم و متعصب کہنے والے آریہ پرکاش اور آریہ گزٹ کے ایڈیٹرو یہ تمہارے آریہ بھائی کسقدر ڈیفنس اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کا کر رہے ہیں۔ اور تمہارے منہ میں مٹی بھر رہے ہیں۔ اب بھی تم اورنگ زیب کو برا ہی کہو گے! اگر کہو گے۔ تو یہ تمہاری فطرت کا قصور ہوگا۔ جس سے تم معذور سمجھے جاؤ گے۔ کیونکہ ؎

مقتضائے طبیعتش این است

(مؤلف)

کوئی ذریعہ نہ دیکھا۔ کہ قوم اور دھرم کے گرد بائیکاٹ کی
کانٹوں دار باڑ لگا دی جاوے ؛
یہ اسی تحریک کا نتیجہ ہے۔ کہ سوا من[۱] جنیو و چوٹیاں کٹوا کر

[۱] سوا من جنیو توڑ کر روٹی کھانے کا جواب بھی سن لو۔ جو آریہ مہاشہ کی ہی زبان قلم سے دیا جاتا ہے۔ وہی مہنتہ جیمنی جی۔ بی۔اے۔ سابق وکیل لائل پور اپنے اسی رسالہ میں جس کا ذکر دوسری جگہ کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ کہ
"ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ اورنگ زیب نے بہت سے ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ یہاں تک کہا جاتا ہے۔ گو تاریخی حوالہ نہیں ملتا۔ کہ وہ سوا من جنیو توڑ کر روٹی کھایا کرتا تھا۔ نہ معلوم ایسی گپ زبان زد خلایق کی اختراع کہاں سے ہوئی۔ اگر غور سے دیکھا جاوے۔ تو اسکی لغویت عیاں ہے۔ کیونکہ ایک تولہ وزن میں تین جنیو آتے ہیں جسکے معنے یہ ہوئے۔ کہ سیر بھر وزن کے ۲۴۰ جنیو اور سوا من کیلئے ۱۲ ہزار جنیو چاہئیں۔ یعنے ایک ماہ میں ۳۶۰۰۰۰ ہزار اورنگ زیب مسلمان بناتا۔ یعنی سال بھر میں ۴۳۲۰۰۰۰ گویا قریباً نصف کروڑ ہندو سال بھر میں مسلمان ہو جاتے تھے۔ اسوقت ہندوؤں کی آبادی ۱۸ کروڑ تھی۔ جس میں سے اگر نصف حصہ عورتوں کا علیحدہ کر دیا جاوے کیونکہ وہ جنیو نہیں پہنتی ہیں۔ تو باقی ۹ کروڑ رہجاتے ہیں۔ ۹ کروڑ میں سے ۳ کروڑ وہ لوگ ہیں۔ جو اچھوت شودر اور چھوٹی جاتیں حجام کہار وغیرہ کہلاتے ہیں۔ جن کو یگیو پوت (جنیو) پہننے کا استحقاق نہیں۔ پس باقی چھ کروڑ رہجاتے ہیں۔ ان چھ کروڑ میں سے بھی دو کروڑ کے قریب لڑکے لڑکیاں جو پانچ برس کی عمر کے اندر ہی جنیو نہیں پہنتے۔ تو باقی چار کروڑ ہندوؤں کے جنیو توڑ دانا۔ تو یہ

کھانا کھانے والے بیسیوں اورنگ زیب ہم پر حکومت کر کے گذر گئے۔ لیکن ہم زندہ ہیں۔ اور یہ اسی تحریک کا نتیجہ ہے۔ کہ مسلمان صدیوں تک ہم پر حکومت کرنے کے باوجود ملک کی عمدہ تجارت ہم سے نہ چھین سکے۔ یہ سچ اور بالکل درست ہے۔ کہ اگر ہندو جاتی کے گرد ہندو بزرگ اسلامی حکومت کے آغاز ہی میں چھوت چھات کی خاردار باڑ نہ لگا دیتے۔ تو کسی صورت میں بھی آج کوئی ہندو صفحہ ہستی پر نظر نہ آتا۔

ہم کہتے ہیں۔ اگر یہ چھوت چھات نہ ہوتی۔ تو آج کسی قسم کی بھی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں نظر نہ آتی۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ چھوت چھات نہ ہوتی۔ تو آج دنیا میں ایک بھی وید دل کا ہیرو دکھلائی نہ دیتا۔ اگر ہماری تجارت کی کسی طاقت نے حفاظت کی۔ تو طاقت اس بائیکاٹ کی تھی۔ اگر ہمارے دھرم کی کسی تحریک نے رکشا کی ہے۔ تو وہ یہ

بقیہ حاشیہ: مرحلہ ۸ سال میں طے ہو جاتا۔ اور اس وقت ایک بھی ہندو صفحہ ہستی پر نظر نہ آتا۔ پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ مبالغہ آمیز گپ کسی نے ہندو مسلمانوں کے باہمی جذبہ کو بھڑکانے کے لئے ہانک دی ہے ورنہ اس کی صداقت واقعات کی کسوٹی پر پرکھی نہیں جا سکتی ؛؛

صفحہ ۵۸ و ۵۹

امید ہے کہ اس جواب کو جو آریہ ہی کی قلم سے نکلا ہوا ہے۔ دیکھکر تمام ہندو آریہ جو اورنگ زیب علیہ الرحمۃ پر ایسے جھوٹے اور بے بنیاد الزام لگاتے ہیں اسرد ہو جائینگے۔ اور کبھی آیندہ ایسی لغویات اور مبالغہ آمیز گپ زبان پر نہیں لائینگے

(مولف)

با بائیکاٹ کی طاقت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم چھوت چھات کو اس وقت تک تیاگنے (چھوڑنے) کو ہندو قوم کے زوال کا باعث سمجھتے ہیں۔ جب تک کہ قوم کا ایک ایک بچہ اپنے دھرم اور اپنی قوم کی عظمت کو اچھی طرح محسوس نہ کرلے (جو ابھی تک دو ارب سال گذرنے پر بھی محسوس نہیں ہوا۔ فاروق)

اس تحریک سے ہندو قوم کو جو زبردست فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ وہ ایسے نہیں ہیں۔ کہ جن میں کسی قسم کے مبالغہ کی گنجایش ہو۔ مثال کے طور پر آپ سب سے پہلے تجارت ہی کو لے لیجئے...... آج ملک کی تمام خوردنی اور عمدہ اشیاء کی تجارت عملاً ہندوؤں کے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اور سچ پوچھو۔ تو اسی پر ہندو قوم کی زندگی کا مدار ہے۔ برخلاف اس کے ان اشیاء کی جن کے گرد ہندوؤں نے چھوت چھات کی باڑ نہ قایم کی تھی تمام تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ مثلاً سوداگری کا مال و سبزی ترکاری وغیرہ اور تمام کھانے پینے کی اشیاء اور اور کپڑے وغیرہ کی تجارت کل ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے جس کے مقابلہ پر وہ تجارت جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہ تجارت کا اصول ہے۔ کہ جن اشیاء کی انسان کی زندگی میں روزمرّہ ضرورت پڑتی ہے۔ انکی تجارت ہی تجّار کے لئے زیادہ مفید اور زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ اور انسانی زندگی کی سب سے پہلی ضرورت کھانا پینا ہے۔ اور ان ہر دو اشیاء کی تجارت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اب آپ تھوڑی دیر کے لئے غور کیجئے۔ کہ اگر ہندوؤں میں چھوت چھات نہوتی اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھالیا کرتے۔ تو کیا

یہ ممکن تھا۔ کہ سبزی ترکاری سامان سوداگری کی طرح تمام خوردنی و پوشیدنی اشیاء کی تجارت بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہوتی!

ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر چھوت چھات نہ ہوتی۔ تو کیا آج ملک میں ایک بھی ہندو۔ حلوائی۔ بزاز۔ بنیا۔ پنساری نظر آتا! نہیں! غور کیجئے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ آج جس قدر بھی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ صرف چھوت چھات ہی کی بدولت ہے۔ اور اگر آپ کو اس پر یقین نہ ہو۔ تو آج ہی چھوت چھات کو اڑا کر دیکھ لیجئے۔ آپ کو ایک ہی ماہ کے اندر حقیقت معلوم ہو جائیگی۔

پس ہم حق الیقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسلامی خندقوں سے سب سے زیادہ ہندوؤں کو اگر کسی طاقت نے بچایا۔ تو بائیکاٹ کی طاقت تھی۔ برخلاف اس کے آپ ذرا غور کیجئے۔ کہ اگر ہندوؤں کے پاس اسلام کے خلاف یہ زبردست ہتھیار نہ ہوتا۔ تو کیا ممکن تھا۔ کہ آج ہندوستان میں ۲۰ کروڑ ویدوں کے ماننے والے موجود ہوتے۔ تمام ہندو مسلمان ہو گئے ہوتے۔ اور اگر کسی کو شک ہو۔ تو آج ہی اس سوشل بائیکاٹ کو اوڑا کر دیکھ لے "

(مسافر آگرہ جلد ۶ نمبر ۲۲ مورخہ ۱۵ ر اگست ۱۹۱۰ء)

میرے خیال میں اس مضمون سے بڑھ کر کوئی مضمون مسلمانوں کو ہوش میں لانے اور چھوت چھات کے نفع و نقصان جتانے کے لئے نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ میں نے چھوت کے نفع و ضرر بیان کئے ہیں۔ ان سب کی تصدیق "مسافر آگرہ" نے حق الیقین کے ساتھ کر دی ہے۔ لہذا اب بھی

اگر مسلمانوں کو اپنی حالت پر افسوس کر کے اُس کو بدلنے کی جرأت کے ساتھ احساس ہو کر حرکت پیدا نہ ہوئی۔ تو نتیجہ

سن لو

زمانہ کا دن رات ہے یہ اشارہ ۔ کہ ہے آشتی میں مری یاں گذارا
نہیں پیروی جن کو میری گوارا ۔ مجھے اُن سے کرنا پڑیگا کنارا
صدا ایک ہی رُخ نہیں ناؤ چلتی
چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی

چمن میں ہوا آ چکی ہے خزاں کی ۔ پھری ہے نظر دیر سے باغباں کی
صدا اَور ہے بلبلِ نغمہ خواں کی ۔ کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی
تباہی کے خواب آرہے ہیں نظر سب
مصیبت کی ہے آنیوالی سحر اب

خلاکت جسے کہیئے ام الجرائیم ۔ نہیں رہنے ایمان پہ دل جس سے قائم
بناتی ہے انسان کو جو بہائیم ۔ مُصلی ہیں دل جمع جس سے نہ صائیم
وہ یوں اہل اسلام پر چھا رہی ہے
کہ مسلم کی گویا نشانی یہی ہے

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں ۔ ہنر اور پیشہ کو جو خوار سمجھیں
تجارت کو کھیتی کو دشوار سمجھیں ۔ فرنگی کے پیسے کو مردار سمجھیں
تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبیگی گر کل نہ ڈوبی

یہ حال تمہارا ہو چکا ہے۔ اور جو کسر ہے۔ وہ اب پوری ہو جائے گی۔ اگر تم نے پرواہ نہ کی۔ تو یاد رکھو کہ ؎

کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر ۔ مدت سے اِسے دور زماں میٹ رہا ہے

اٹھو ہمت کرو یا ندھو کمر ہشیار ہو جاؤ

ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبہ اور ہر ایک گاؤں میں جہاں مسلمان آبادی ہے۔ اسلامی دکانیں کھول دو۔ ہر ایک قسم کی تجارت جو شرعاً ممنوع نہ ہو۔ اپنے ہاتھ میں لے لو۔ خصوصاً کھانے پینے کی اشیاء بجز مسلمان کے ہاتھ کے کسی ہندو کے ہاتھ لگی ہوئی مت خریدو۔ یہ قومی اور مذہبی غیرت کے خلاف ہے۔ کہ تم ہندوؤں کی پکی ہوئی چیز کھالو۔ مگر وہ تمہارے ہاتھ سے پانی تک نہ پئیں۔ اس مقابلہ میں گو تم پر بہت حملے ہونگے۔ تم کو خود تمہارے ہی قومی بھائی جو ناواقف ہیں۔ یا جن میں مذہبی اور قومی اصلاح و غیرت کا مادہ نہیں۔ تم کو اس سے باز رہنے کی ترغیبیں دیں گے مختلف رنگوں سے تم کو اس تحریک پر عمل کرنے سے یار و اغیار روکینگے سیاسی لیڈر جنہوں نے اس وقت تک بجز مسلمانوں کو ذلیل و ملزم کرنیکے کوئی بہتری کی تجویز نہیں سوچی۔ ہندو مسلم اتحاد کا واسطہ دیکر منع کرینگے۔ کہ ہندوؤں سے چھوت نہ کی جائے۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ سب قومی بدخواہ یا قومی نفع و نقصان سے ناآشنا ہیں۔ ایسے لوگوں کا ایک ہی چپ کرا دینے والا جواب ہے۔ کہ ان کو کہدیا جائے۔ کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہندوؤں سے چھوت نہ کی جائے۔ تو ہندوؤں سے کہو۔ کہ وہ مسلمانوں سے ایکدم فوراً چھوت ترک کرنے کا عہد کرلیں۔ اور اگر پھر اس کا ارتکاب کریں تو ایک کافی تاوان ادا کریں۔ ہم کو ہندوؤں سے کوئی ذاتی عداوت نہیں۔ ہم ان کے دل سے خیر خواہ ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اپنی قوم اسلام کو بھی تباہی کی طرف جاتے دیکھ کر خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔ مسلمانوں کی بہتری بمقابلہ ہندوؤں کے ہمارا مذہبی اور قومی فرض ہے۔ کہ جس امر میں مسلمانوں کی بھلائی اور بہبودی ہو اس کی طرف مسلمانوں کو لیجائیں

اور جس امر میں ان کی تباہی و ہلاکت دینی و دنیوی ہو۔ اس سے پوری طاقت کے ساتھ ان کو ہٹائیں۔ اور منع کریں۔ اور روکیں۔ یہ نہ کوئی مذہبی گناہ ہے۔ نہ قانونی خلاف ورزی۔ نہ اخلاقی جرم۔

پس تمام دیہات اور قصبات اور امصار میں اس تحریک کو عام کرنے کا باقاعدہ نظام ہونا چاہیئے۔ اور وہ اس طرح کہ

ایک مرکزی کمیٹی تحریک چھوت چھات کی بنائی جاوے

جو مختلف تجویزوں اور تحریکوں اور طریقوں سے اس کے فوائد کو تمام تک پہونچا دے۔ اور یہ اس وقت تک جاری رہے۔ جب تک کہ کامل طور پر ہندوؤں سے چھوت کا عام رواج نہ ہو جائے یا ہندو صاحبان قطعی طور پر مسلمانوں سے چھوت کو اوڑا دیں۔

اسلامی واعظ اور اسلامی پریس پوری تندہی اور متواتر تحریرات اور تقریرات کے ذریعہ اس تحریک کو عام کریں۔ کیونکہ قومی بھلائی کا یہ جزو اعظم ہے÷

دیکھو ہندو اخبارات باوجود اپنی قوم کے اس قدر صاحب ثروت ہونے کے رات دن یہی رونا رو رہے ہیں۔ کہ ہندو مر گئے۔ ہندو مٹ گئے۔ ہندو گر گئے۔ ہندوؤں کو ہندو سنگٹھن (باہمی اتحاد) کی ازحد ضرورت ہے۔ خیال کرو۔ کہ اگر ہندوؤں کو ہندو اتحاد کی ضرورت ہے۔ تو مسلمانوں کو ایسی تنظیم کی ضرورت بدرجہ اولیٰ ہے۔ اور مسلم سنگٹھن کی ضرورت ہندو سے زیادہ ہے۔ کیا مسلمان یہ سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں کوئی کمزوری نہیں؟ اگر ان کا یہی خیال ہے۔ تو یہ ان کے جان کا وبال ہے۔ اور اس سے نجات بجز باہمی اتحاد اور تجارتی اقتصاد کے محال ہے۔ اس لئے مسلمان لیڈر جو قوم کا درد رکھتے ہیں۔ اور حقیقی طور پر قوم کے سود و بہبود کو ذاتی نمود و نمائش پر ترجیح دیتے ہیں۔ میدان عمل میں نکلیں۔ وقت ہاتھ

سے نکلا جا رہا ہے۔ اور پھر یہ وقت کبھی ہاتھ نہ آئے گا ؎

مسلمان لیڈروں سے خطاب

ہم ان مسلم لیڈروں سے جو میدان سیاست کے گرم رو ممبر ہیں۔ دریافت کرتے ہیں ؎

(۱) کیا مسلمان من حیث القوم تجارت میں کمزور رہے نہیں ہیں؟

(۲) کیا تجارت کی فضیلت شریعت اسلام میں نہیں آئی؟

(۳) کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبرا رضی اللہ عنہا کے مال سے تجارت کر کے نمونہ بن کر نہیں دکھلا دیا؟

(۴) کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تعداد کثیر میں تجارت پیشہ نہیں تھے؟

(۵) کیا آئمہ اسلام خصوصاً حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تجارت نہ کرتے تھے ؎

(۶) کیا مسلمان غیر مسلموں سے ضروریات زندگی خریدنے پر مجبور نہیں ہیں؟

(۷) کیا غیر مسلم۔ مسلمانوں سے سودا خریدنے میں نفرت نہیں کرتے؟

(۸) کیا غیر مسلم۔ مسلمانوں سے خوردنی اشیاء دیتے وقت چوہڑے چماروں کا سا برتاؤ نہیں کرتے!

(۹) کیا غیر مسلم۔ مسلمانوں کے ہاتھ کی چھو لی ہوئی چیز کو ناپاک نہیں سمجھتے!

(۱۰) کیا معمولی معمولی ملازمتوں میں جس قدر مسلمان دوسری جماعتوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اس طرح کبھی تجارتی مقابلہ بھی کیا ہے!

ان سوالات کا جواب دے کر دیکھ لو۔ کہ پھر تم پر کیا فرض عائد ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کس طرف لیڈ کرنا چاہیئے ؎

معزز مسلمانو! اگر تمہاری قوم برادران وطن کے دوش بدوش ترقی کرنا چاہتی ہے۔ اور تم بھی اس کو ضروری خیال کرتے ہو۔ تو ہمت کرو۔

اور کھڑے ہو جاؤ۔ اور مسلمانوں کو اپنی تجارتی کمزوری رفع کرنے کے واسطے اور اپنی خودداری کو قایم کرنے کے لیے۔ اور چوہڑے چماروں کی طرح ذلیل ہونے سے بچنے کے لیئے تمام ملک میں تجارتی اتحاد اور چھوت چھات کی بنیاد ڈالنے کی طرف متوجہ کرو۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ

(۱) شہر کے دوکانداروں کی مردم شماری کرو ؛

(۲) مسلمانوں کو تجارت کی طرف راغب کرو ؛

(۳) تجارت کے خواہاں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کرو ؛

(۴) نیئے دکانداروں کی تجارت کو وسعت دو ؛

(۶) مسلمان دوکانداروں کی پنچائتیں قایم کرو ؛

(۷) تجارت کے لئے مقامی کمیٹیوں کے ماتحت سرمایہ فراہم کرو ؛

(۸) اپنے اہل وعیال عزیز رشتہ دار۔ دوست احباب۔ اڑوسی۔ پڑوسی۔ عورت مرد۔ بچے۔ بوڑھے سب کے ذہن نشین کر دو۔ کہ تم ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانے سے چوہڑے۔ چمار سے بدتر سمجھے جاتے ہو۔ آئندہ یاد رکھو کہ ہرگز ہرگز کوئی ایسی چیز جو ہندو تمہارے ہاتھ سے نہیں لیتے مت خریدو۔ مت کھاؤ۔ مت لو ؛

(۹) جو تمہارے اس انتظام کے خلاف کرے۔ اس پر قومی اور اخلاقی جرم کی سزائیں مقرر کرو۔ جو قانون گورنمنٹ کے خلاف نہ ہوں ؛

(۱۰) مسلمان دوکانداروں سے خرید کرنے میں اگر کچھ گرانی کا احتمال بھی ہو۔ تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ مگر اس وجہ سے کہ وہ بمقابلہ ہندوؤں کے مہنگا دیتا ہے۔ خرید کرنا مت چھوڑو۔ ورنہ کامیابی کی بجائے حوصلہ شکنی اور جگ ہنسائی اور بدنظمی پیدا ہو گی ؛

اب میں بعض ایسے اعتراضات کا جواب عرض کرتا ہوں۔ جن کو اس تحریک

چھوت چھات اور تجارت کے متعلق پیش کرکے اس میں روکاوٹ ڈالنے
کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور کی جائے گی۔

پہلا اعتراض

مسلمانوں کو تجارت کرنی آتی نہیں۔ نہ اُن کے پاس سرمایہ ہے۔ تجارت کے لئے ہزارہا روپیہ
کی ضرورت ہے۔ اس لئے مسلمان کس طرح دوکانیں کھول لیں۔

جواب:۔ یہ اعتراض دراصل پست ہمتی اور کوتاہ بینی اور کم فہمی سے
پیدا ہوتا ہے۔ جن دکانوں کے کھولنے کی سردست ضرورت ہے۔ وہ کھانے
پینے کی چیزیں ہیں۔ جن کے واسطے نہ ہزارہا روپیہ کی ضرورت ہے۔ نہ کسی بڑی
تعلیم کی حاجت۔ بہت تھوڑے سرمایہ سے یہ کام ہوسکتا ہے۔
ایک ہندو بچہ چار آنہ کے چنے (نخود) لے کر اور لہر کے آلو اور لہر کے
کچالو اور لہر کا نمک مرچ لہ کھٹا خرید کر کل ایک روپیہ سے تجارت کرنے
لگتا ہے۔ اور چند سالوں میں ایک بڑا حلوائی بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح
پکوڑے اور دوسری نمکین خوردنی اشیاء کی دکان کے لئے معہ سامان متعلقہ
پچاس روپے سے زائد کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسی طرح مٹھائی وغیرہ پوری
کچوری۔ حلوے کی دوکان کے لئے زیادہ سے زیادہ دوسو روپیہ میں کام
چل جاتا ہے۔ اسی طرح دودھ دہی وغیرہ کی دوکان کے لئے۔ اگر دودھ
والوں کو جن سے دودھ لے کر فروخت کیا جاتا ہے۔ اور جو وہ بھی مسلمان
گوجر ہیں۔ کچھ پیشگی دینا پڑے۔ تو بڑی دکان ہزار روپیہ میں اور اوسط درجہ
کی پانسو روپیہ میں۔ اور معمولی دوسو روپیہ میں ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی آٹے
دال گھی وغیرہ کے لئے دوسو روپیہ کا سرمایہ کافی ہوسکتا ہے۔ پس ان ضروری
دوکانوں کے واسطے مسلمان ایسے گئے گذرے نہیں۔ کہ سرمایہ بہم نہ پہونچا
سکیں۔ صرف عزم اور ارادہ اور استقلال اور ہمت کی ضرورت ہے۔ پھر
رفتہ رفتہ ہر شخص اپنی اپنی حیثیت مالی کے مطابق تجارت کر سکتا ہے۔ لہذا یہ

اعتراض کوئی قابل وقعت اور باوزن نہیں ہے ؛؛

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمان دوکاندار ہندوؤں سے مہنگا سودا دیتے ہیں۔ اس لئے مجبوراً ہندوؤں سے لینا پڑتا ہے۔

جواب۔ یہ بھی نہایت ہی غلط اور بیہودہ خیال ہے۔ ہماری جماعت قادیان عرصہ چار سال سے تمام ضروری اشیاء مسلمانوں سے خرید کر گذارہ کر رہی ہے۔ مگر اس قسم کی کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ جو لاعلاج ہو۔ اور وزندار ہو۔ سوائے اس صورت کے جو ناتجربہ کاری سے کوئی مسلمان خرید و فروخت کا کام نہ جاننے کی وجہ سے اپنا مال ہی ایسا گراں خرید لائے جس کو بازاری نرخ پر مہنگا کہا جائے۔ مگر میں اس اعتراض کو تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کرکے، جواب دینا چاہتا ہوں۔ سنئے اور غور کیجئے ؛

فرض کرو۔ کہ ایک محلہ یا ایک گاؤں میں ہندو اور مسلمانوں کی آبادی بالکل مساوی ہے۔ اور اس میں ایک ہندو دکاندار ہے اور دوسرا مسلمان مگر چھوت کے قاعدے کے مطابق ہندوؤں کی کل آبادی تو ہندو دکاندار سے خرید و فروخت کریگی۔ اور بدقسمتی سے مسلمانوں کا بہت سا حصہ بھی ہندو ہی سے خرید یگا۔ اب مسلمان کے حصہ میں صرف چند گھر مسلمانوں کے رہیں گے۔ جو خرید و فروخت کریں گے۔ اس صورت میں مسلمان دکان دار کس طرح اپنے حریف کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ ہندو اگر پندرہ روپیہ کا دن بھر میں سودا خرید و فروخت کرے گا۔ تو مسلمان بیچارہ کل پانچ روپیہ کا۔ اور ہندو دکاندار ایک آنہ فی روپیہ منافع کے حساب سے پندرہ آنہ یومیہ کمائے گا۔ مگر مسلمان کو صرف پانچ آنہ روز بچینگے۔ جس سے لازمی طور پر منافع کی قلت اور بکری کی کمی سے وہ مجبور ہوگا۔ کہ ہندو کی نسبت کچھ زیادہ منافع لے۔ یہاں تک کہ اگر ڈیڑھ آنہ فی روپیہ بھی منافع حاصل کرے

توتب بھی وہ ہندو دکاندار کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس کی بکری کم ہے۔ ہاں اگر تمام مسلمان آبادی بھی چھوت پر عمل کرکے ہندوؤں کی طرح اسلامی دوکان سے ہی خرید کرے۔ جیسا کہ ہندو آبادی کررہی ہے۔ پھر اگر مسلمان دُکاندار گراں فروشی کرے۔ تو وہ قابل ملامت اور لائق سرزنش ہے۔ پس یہ سب ہماری اپنی کمزوری اور بےسمجھی اور قوم کشی کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم خود اپنی اسلامی دکان کو گرانے اور نقصان اٹھانے کے قابل بنا دیتے ہیں۔ ورنہ ہم میں سے کسی کو اس قسم کے اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے۔ اور نہ مسلمان دوکاندار خسارہ میں رہیں ؟

ہندوؤں کا طرزِ عمل

دیکھو ہندو لوگ جو چیزیں ہم سے لے کر کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ وہ کسی صورت میں کبھی مسلمان دوکانداروں سے لے کر استعمال نہیں کرتے۔ خواہ کتنی بھی ارزاں اور سستی مسلمان دوکاندار ان کو دیں۔ وہ نہ ارزاں ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے خرید کر کھاتے ہیں۔ اور نہ مفت لینے کے روادار بنتے ہیں ؟

پھر کس قدر شرم کی بات ہے۔ کہ ہم نہایت خفیف شکایت کیوجہ سے جو وہ بھی ہماری ہی پیدا کردہ وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی دوکانوں سے روگردانی کر لیتے ہیں۔ اور بہت تھوڑے فائدہ کی خاطر ہندوؤں کی ناپاک چیزیں بھی خرید کر کھاتے ہیں۔ اور اپنی ذلت اور بےعزتی بھی کراتے ہیں۔ کاش ہم میں اتنی ہی غیرت اور حمیت ہوتی۔ جتنی کہ ہماری ہمسایہ قوم ہندوؤں سے ظاہر ہو رہی ہے۔ کاش ہم میں قوم پروری اور خودداری کا اتنا ہی مادہ ہوتا۔ جتنا کہ ہندوؤں میں نظر آتا ہے۔ تو ہم کو آج اقوام عالم میں یہ رسوائی یہ ذلت یہ بےعزتی کا تمغہ نہ ملتا ؟

تیسرا اعتراض بعض اصحاب یہ بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ہم کو مسلمان دوکانداروں سے ہر قسم کی ضروری چیزیں نہیں مل سکتیں۔ اس لئے مجبوراً ہم کو ہندوؤں کی دکانوں پر جانا پڑتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ گو بظاہر یہ اعتراض کسی قدر وزنی ہے مگر اس کو بھی اگر غور سے سوچا جائے۔ تو لاینحل نہیں۔ اس کا تدارک ہماری تھوڑی سی توجہ سے ہو سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ

سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہئیے۔ کہ ضروریات زندگی کیا ہیں سو واضح ہو۔ کہ وہ صرف دو قسم کی ہیں۔ ایک ضروری ہیں۔ جن کے بغیر گذارہ نہیں ہو سکتا۔ دوسری غیر ضروری ہیں۔ جن کے نہ ملنے سے ہم نہ مر جاتے ہیں۔ نہ کسی ناقابل برداشت تکلیف یا نقصان میں پڑ جاتے ہیں:

پہلی قسم کی چیزیں کم و بیش ہر جگہ مسلمانوں سے دستیاب ہو سکتی ہیں اگر سوء اتفاق سے کوئی شہر یا قصبہ یا گاؤں ایسا ہو جہاں باوجود مسلمانوں کی اچھی آبادی ہونے کے بھی مسلمان دوکاندار نہیں ملتے۔ تو ہم کو اس کا خود بندوبست کرنا چاہئیے۔ ہر جگہ مالدار۔ ہمدرد اسلام و قوم اور باہمت مسلمان موجود ہیں۔ اگر دس بیس مسلمان مل کر کوئی کام کرنا چاہیں۔ تو ممکن نہیں۔ کہ وہ اپنی کوشش میں ناکام ہوں:

اگر مسلمانوں میں زمانہ شناسی کا مادہ اور قوم پروری کا جوہر ہو۔ تو ایسی تکلیفیں چند دنوں میں رفع ہو سکتی ہیں۔ جب مسلمان ہندوؤں سے ایسی ہی چھوت چھات اور تنفر اور علیحدگی اختیار کر لیں گے۔ جیسا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں سے کر رکھی ہے۔ تو مسلمان دکاندار بھی خود متوجہ ہونگے۔ کہ کہ تمام ضروریات کے بہم پہونچانے لگ جائیں۔ اور پھر خود بخود ایسی دقتیں رفع ہو جائیں گی:

برادران اسلام۔ اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ ہم خود اپنے

آپ کو سنبھالنے اور عزت کی زندگی بسر کرنیکے قابل بنائیں۔ اپنے نیک وبدنفع ونقصان کو سوچکر اس کا تدارک کریں ؛

خدارا ذرا انصاف سے کہنا۔ کہ اگر ہم لوگ اپنی کمائی کا روپیہ اپنی ہی قوم وملت کے ہاتھ میں دیکر اپنی بھی پرورش کریں۔ اور اپنی قوم کے بعض افراد کو بھی اس سے فائدہ پہونچائیں۔ تو ہمارے واسطے بلحاظ قومیت اور اسلامی ہمدردی کے یہ بہتر ہے یا یہ کہ اپنی کمائی سے غیر اقوام کو فائدہ پہونچا کر اپنے ہم قوموں کی تباہی اور افلاس کا باعث بنیں۔ اور خود ذلیل وبے عزت بھی ہوں۔ برادران وطن کی نظروں میں حقیر چوہڑے چمار۔ سوئر۔ کتّے کے برابر بھی سمجھے جائیں ؟

اس وقت مسلمانوں کی عدم توجہ اور سہل انگاری کی وجہ سے ہماری ہر ایک کمائی کا روپیہ ہندوؤں کے ہاتھ میں چلا جا رہا ہے۔ اور مسلمان روزبروز افلاس وتباہی کے کنارے پر پہونچ رہے ہیں ؛

اے اللہ تو اُمّت محمدیہ پر رحم فرما۔ اے کارساز تو مسلمانوں کی بگڑی کو بنا دے۔ اے رحیم تو مسلمانوں کو دین اور دنیا کی وہ سمجھ عطا فرما۔ جو تونے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بخشی تھی۔ تو ان کی مدد کر۔ ان کے دلوں میں سچا اسلام ڈال دے۔ ان کے حال وقال کو مومنانہ بنا دے۔ یہ مٹ رہے ہیں۔ یہ ذلیل ہو رہے ہیں۔ یہ تباہی کی طرف جا رہے ہیں ؎

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر

مدت سے اسے دورِ زمان میٹ رہا ہے

پیارے ناظرین! میں نے اپنے دلی جذبات کو اپنی ٹوٹی پھوٹی تقریر میں بیان کر دیا ہے۔ دیگر ذی علم اصحاب اس پر بہتر سے بہتر مضامین لکھ کر جس طرح بھی بنے مسلمانوں کو اس بےعزتی کی زندگی سے جو چھوت چھات کی بدولت ان کی گذر رہی ہے۔ دور کرکے عند اللہ اور عند الناس مشکور ہوں ؛

آخر میں میں جمیع اسلامی اخبارات اور سچے ہمدرد اسلام ایڈیٹروں سے

درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے گرامی اور معزز جرید دں کے ذریعہ اور رسالجات کے ذریعے مسلمانوں میں اس تحریک کو عام کرنے کی اسقدر کوشش کریں۔ جس قدر خدا نے ان کے قلم اور زبان میں طاقت دی ہے۔ اور یہ ان کا قومی فرض ہے۔ کیا میں امید کروں۔ کہ وہ میری اس ناچیز تحریک پر لبیک کہکر ثواب حاصل کرینگے۔ کوئی صاحب یہ نہ دیکھے۔ کہ اس کے کہنے والا اور محرک کون ہے۔ صرف یہ دیکھیں کہ تحریک بابرکت اور مفید ہے یا نہیں اور کہنے والا کہتا کیا ہے۔ اے خدا سب توفیقیں تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہیں۔ تو ہی سب تحریکوں کو کامیاب کرنیوالا ہے۔ میری اس عرض کو بھی قبولیت عامہ کا شرف بخش۔ آمین ؛ والسلام ۲۰ نومبر ۱۹۲۳ء

خیر خواہ و خادم قوم

خاکسار قاسم علی ایڈیٹر فاروق قادیان

مسلم اخبارات سے معاصرانہ التماس

معزز ایڈیٹر صاحبان۔ السلام علیکم۔ آپ کو ہمدرد اسلام سمجھکر یہ ناچیز رسالہ اس غرض سے پیش کیا جاتا ہے۔ کہ آپ اپنے قیمتی وقت کا کوئی گھنٹہ نکال کر اسکو ملاحظہ فرمائیں پھر اگر اس کو مفید اور موثر پائیں تو یہ خیال تھوڑی دیر کیلئے دل سے نکال کر کہ اسکے لکھنے والا کون ہے کس حیثیت و قابلیت کا ہے محض خیر خواہی قوم کی خاطر فراخ سینہ کر کے اپنی زوردار قلم کو جنبش میں لائیں۔ اور اسکی کثرت اشاعت کیطرف اپنی درماندہ قوم کو توجہ دلائیں اور خاص و عام میں یہ تحریک پہونچائیں مجھ سے جو خدمت بن پڑی وہ میں نے آپکے سامنے پیش کردی آگے اسکی اشاعت کو عام اور تحریک کو مفید کرنا آپکا قومی فرض ہے۔ چاہو تو ادا کرو اور ثواب لو ورنہ خدا تعالیٰ اور کوئی راہ اس تحریک کو عام کریگی اپنے فضل سے نکال دیگا اور ہم ثواب سے محروم رہجائینگے۔ وما علینا الا البلاغ ؛

(خاکسار موتلف)

محصولڈاک مختصر فہرست کتب ردّ آریہ بذمہ خریداران



انیسویں صدی کا مہرشی۔ اس کتاب میں پنڈت دیانند بانی فرقہ آریہ کی پُراسرار زندگی بجلی کی روشنی سے دکھائی گئی ہے۔ اور آریوں کو وہ تمام مخفی حالات دیانند کے بتائے گئے ہیں۔ جن سے ۹۹ فیصدی ناواقف ہیں۔ اس کتاب نے آریوں میں ماتم برپا کر دیا ہے۔ نہایت اعلیٰ کاغذ پر عمدہ لکھائی چھپائی سے طبع ہوئی ہے۔ اسکے دس باب ہیں۔ قیمت صرف ۱۰/

مشین گن۔ اس رسالہ میں ویدوں پر دس فائر ایسے چلائے گئے ہیں جنسے ویدوں کا الہامی ہونیکا دعویٰ خاک میں ملا دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ وید خدا کا کلام نہیں ہو سکتے۔ قابل دید ناقابل تردید رسالہ ہے۔ قیمت صرف ۴/

صاعقہ ذوالجلال۔ دیانندیوں نے آنحضرت صلعم پر جو اعتراض متعلق نکاح حضرت زینب رضؓ نہایت گندہ دہانی سے کئے تھے۔ اونکا تحقیقی مکمل مدلّل جواب دے کر دیانندی نیوگ کا ایسا فوٹو نظم و نثر میں اُتارا گیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جس سے آریہ مہاشے مارے شرم کے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے۔ نیز آریوں کی بد زبانی پر انکی اپنی گواہیاں اور سرکاری سزایابیاں بتائی گئی ہیں۔ پھر آریہ سماج کی موت پر آریوں کو گواہ پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں پنڈت دیانند کا ایک خط نقل ہوا ہے جو اس نے مرنے کے بعد اپنے چیلوں کے نام بھیجا ہے قابل دید ہے۔ قیمت صرف ۸/

ویدک توحید کا آئینہ۔ اسمیں آریوں اور ویدوں کی توحید کا اسلامی توحید سے مقابلہ کر کے دیانندی توحید کو محض مشرکانہ اور جاہلانہ توحید ثابت کر دیا ہے قیمت صرف ۲/

ازالۃ الشکوک۔ ایک آریہ نے اسلام پر بیس اعتراض کئے تھے اُن اعتراضوں کا مکمل دندان شکن جواب اس رسالہ میں دیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۲/

ویدوں کی تعداد۔ اس رسالہ میں دیانندیوں کے اس دعوئی کی کہ وید چار ہیں انہی مسلمہ کتابوں سے تردید کر کے ثابت کر دیا ہے کہ وید تین ہیں چار نہیں ہیں۔ لاجواب رسالہ ہے۔ قیمت صرف ۲ر

پیدائش عالم۔ دیانند کا یہ دعوئی ہے کہ دنیا کی پیدائش کا سلسلہ ازلی ہے اس کی کوئی ابتدا نہیں۔ اس نامعقول دعوی کو دیانند کی اپنی تحریروں سے اور انکے مسلمہ دلائل سے بیخ و بن سے اوکھاڑ کر رکھدیا ہے اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ دنیا کا سلسلہ حادث اور پیدا شدہ ہے۔ ازلی نہیں ہے۔ قیمت صرف ۳ر

تنبیہ زبان درازی۔ غلام حیدر مرتد آریہ نے افشاء راز ایک رسالہ لکھکر اسلام پر زباندرازی کی تھی۔ اس کا دندان شکن ترکی بہ ترکی جواب اس رسالہ میں دیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۱ر

ردّ تناسخ۔ آریونکے مایہ ناز مسئلہ تناسخ کا رد اسمیں ۳۵ دلائل تردید تناسخ میں دیکر آخر میں قرآن مجید کی ان آیات کی تفسیر کی گئی ہے جنکو جاہل آریہ ثبوت تناسخ میں پیشکرتے ہیں۔ قیمت ۳ر

شدھی کی اشلدھی ۔ آریہ کی تین زبردست شدھیونکی پردہ دری کر کے انکی اصلیت کا بھانڈ پھوڑ دیا انعامی اشتہار ۱۰ روپیہ۔ قیمت ۱ر

رسالہ گوشت خوری۔ اسمیں گوشت خوری کا جواب اور آریوں کے گوشت نہ کھانے کے دلائل کی کماحقہ تردید کر دی ہے۔ قیمت صرف ۲ر

تار پیڈو۔ اس لاجواب رسالہ میں چھوت چھات سے جو نقصان مسلمانوں کو پہنچا ہے۔ اسکا بیان اور آیندہ اسیطرح کی چھوت چھات کرنے کی تحریک اور تجارت کے ذریعہ اسلامی دوکانیں کھولنے کی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ ہر ایک خواندہ ناخواندہ مسلمان کو اس کتاب کا پڑھنا اور سننا اور اسپر عمل کرنا فرض مذہبی ہے جو اس سے غافل رہا وہی نقصان اٹھا کر ذلیل ہوگا۔ قیمت صرف ۴ر

ملنے کا پتہ۔ فاروق بک ایجنسی قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

(خواجہ پریس بٹالہ میں باہتمام احمد دین وجودی پرنٹر طبع کرا کر مصنف نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)